آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ⁂ لو تمھیں طورِ تسلّی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۱۸ — مارچ ۱۹۱۹ء — نمبر ۳

مطابق جمادی الثانی ۱۳۳۷ھ

سالانہ چندہ — عام طلباء سے عہ ۱۸/

فہرست مضامین

البشارت

طسٓ تِلْكَ آيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ

بشریٰ لکم یا مجمع الاخوانِ

طوبیٰ لکم یا معشر الخلّانِ

خدا کے حبیب لبیب سرورِ کائنات حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم نے ایک پیشگوئی کی تھی جس کی بنا پر عالم اسلامی بڑے شوق سے ایک مبارک اور عظیم الشان ہستی کا منتظر و مشتاق تھا۔ پس بشارت ہو کہ ؎

خبر تھی جن کے آنے کی وہ آئے

جو رونق ہیں زمانے کی وہ آئے

یعنی فضلِ خدا کے ہاتھوں نے حضرت مسیح موعود امام مہدی معہود خلیفۂ نبی آخر زمان کو مبعوث فرمایا جن کا نام نامی اور اسم گرامی حضرت میرزا غلام احمد ہے (علیہ و علیٰ مطاعہ محمد الصلوٰۃ والسلام) جو دلائل و براہین کے ساتھ انبیائی شان و شوکت سے پنجاب کے ایک مبارک قریہ قادیان میں ظہور فرما ہوئے اور دنیا میں صحیح اسلام کی تبلیغ و اشاعت فرمائی۔ شکستہ دل مسلمانوں کو حقیقی چشمۂ اسلام کے روحانی پانی سے سیراب کیا اور ایک تازہ زندگی بخشی تازہ نشانات کے ذریعہ اسلام کو تمام دنیا کے مذاہب پر غالب کر دکھایا اور دنیا کے تمام مذاہب کو اسکے مقابلہ میں عاجز کر دیا۔ اب کوئی نہیں جو اسلام کے سامنے

ٹھہر سکے جبکہ اس کا آخری سپہ سالار مسیح موعود و امام مہدیؑ آ گیا۔

کیا واقعی یہ سچ ہے؟

اِیْ وَرَبِّیْٓ اِنَّہٗ لَحَقٌّ۔ خدا کی قسم یہ سچ ہے

پھر کس طرح سمجھا جائے کہ یہ حق ہے؟

ان تقوموا للہ مثنیٰ و فرادیٰ ثم تتفکروا۔ غور کرو دلائل دیکھو۔ اس امر کو قرآن سے جانچو۔ منہاج نبوت پر پرکھو۔ اگر ان کے مطابق ہو تو ضرور تسلیم کرو۔

کیا قرآن میں سے بھی حضرت میرزا صاحب کے سچے ہونے پر دلائل ملتے ہیں

بے شک قرآن پاک نے جو معیار سچے مُلہم کی شناخت کے لئے مقرر کئے ہیں وہ سب میرزا صاحب کے سچے ہونے کے دلائل ہیں۔ ذیل میں کچھ ان میں سے تحریر کئے جاتے ہیں:۔

پہلی آیت

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ ؕ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ط (انعام ع ۳) رب العزت جل جلالہ فرماتا ہے۔ کہ اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے۔ جو خدا پر جھوٹ باندھے۔ یعنی قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْہِ شَیْءٌ (انعام ع ۱۱) یہ کہے۔ کہ میری طرف وحی کی گئی۔ مجھ پر الہام ہوا۔ حالانکہ اس کی طرف کوئی وحی و الہام نہیں ہوا۔

اور اس سے بڑا ظالم کون ہے[1]۔ جو خدا کی آیات کی تکذیب کرے۔ یعنی ان آیات سے جو

---

[1] سوال۔ مفتری علی اللہ کو اظلم یعنے بڑا ظالم اور صادق کے جھٹلانیوالے کو بھی اظلم کس اعتبار سے کہا گیا ہے

جواب:۔ جو کسی کی عزت یا مال یا جان کو دنیا میں نقصان پہنچائے وہ ظالم ہوتا ہے۔ پھر جو خدا پر افترا کر کے لوگوں کے عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ سے ہٹا کر دنیا و آخرت دونوں میں خسارہ کا موجب ہوتا ہے۔ وہ اظلم (بڑا ظالم) قرار نہ دیا جائے۔ تو اور کس لقب سے ملقب کیا جا[ئے]
اور وہ جو مکذب بنکر لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے سچے رسول پر ایمان لانے سے باز رکھتا ہے وہ خسرانِ دارین کا موجب ہوتا ہے جس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں اسلئے وہ بھی اظلم ہے :۔

امر ثابت ہوتا ہے۔ اُسے تسلیم نہ کرے

بے شک وحی والہام کا جھوٹا مدعی اور خدا کی آیتوں کو جھٹلانے والا۔ یہ دونو ظالم ہیں۔ اور ظالم اپنی مُراد میں کامیاب[1] نہیں ہُوا کرتے۔

پس جیسا کہ اس آیت میں فرمایا گیا ہے۔ جھوٹا مدعی وحی والہام کبھی کامیاب نہیں ہُوا کرتا۔ اگر حضرت میرزا صاحب اپنے دعوے الہام و وحی و دعویٰ منصب مسیح و مہدی میں جھوٹے اور مفتری ہوتے۔ تو ہر گز ہر گز کامیاب نہ ہوتے اور سینکڑوں ہزاروں لاکھوں عاقل و دانا انسان اور فاضل و لائق آدمی ان کو کبھی قبول نہ کرتے۔ اس سے ثابت ہُوا۔ کہ آپ اپنے دعویٰ میں سچے اور خدا کی طرف سے تھے۔ پھر جہاں اس آیت سے یہ ثابت ہُوا کہ حضرت میرزا صاحب سچے اور خدا کی طرف سے ہیں۔ وہاں یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ آپ کے جھٹلانیوالے جھوٹے اور ظالم ہیں۔ کیونکہ حضرت اقدس کی بعثت سے لے کر آج تک کے واقعات نے دنیا کو دکھا دیا کہ حضرت اقدس کے منکرین ایڑی چوٹی کا زور لگا کر بھی ناکام رہے۔ اور لوگوں کو آپ کے قبول کرنے سے نہ روک سکے انہ لا یفلح الظالمون کے ماتحت ظالم ناکام ہوئے۔ اور سچا کامیاب فوقع الحق و بطل ما کانوا یعلمون۔

دوسری آیت

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ وَ اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُوْنَ (والصافات ع ۵) یعنے خدا نے یہ مقرر فرمایا ہوا ہے

---

[1] سوال :۔ کامیابی اور ناکامی سے کیا مراد ہے۔

جواب :۔ خدا تعالیٰ کا سچا رسُول اسلئے بھیجا جاتا ہے۔ کہ وہ لوگوں کو خواب غفلت سے بیدار کرے اور زندہ خدا کی طرف لوگوں کو متوجہ کرے۔ دین کو ظاہر اور مخالفین کی رکاوٹوں کو دُور کرے تاکہ لوگوں کو عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ حاصل ہوں اور اسکے مکذبین کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اس رسول کو بھی مٹا دیں۔ اور اس کا کوئی نام لیوا۔ اسکے مقصد کی پیروی کرنیوالا بھی کوئی دنیا میں نہ چھوڑیں اس لئے ہر ایک جو اس رسول کی طرف بڑھنا چاہے یہ مکذبین ہر حیلہ سے اسکو روکتے ہیں لیکن صادق رسول ناکام نہیں ہوتا بلکہ ایک سے ہزار اور ہزار سے لاکھوں ہو جاتے ہیں۔ پس وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا ہے اور اسکے مکذبین نامراد

کہ اسکے فرستادہ بندے مظفر و منصور ہوا کرتے ہیں۔ اور خدا کا لشکر جو صادق مُرسلوں کا مُصدّق اور ماننے والا ہوتا ہے۔ وہ ہی دنیا میں غالب رہتا ہے۔ اور اس سے مقابلہ کرنے والے مغلوب"۔ اب واقعات کا مطالعہ کرو تو نہایت عمدگی کے ساتھ محقق ہوتا ہوتا ہے۔ کہ حضرت اقدس میرزا صاحب اپنے اعدا کے مقابلہ میں ہمیشہ مظفر و منصور ہوئے۔ طرح طرح کے منصوبے انکے خلاف سوچے گئے۔ مگر سب خاک میں مل گئے۔ خدا نے اپنے پیارے اور مقبول مُرسل کو ہر آفت سے محفوظ و مامون رکھا۔ اور اپنے وعدے کے مطابق اس کا ایسا بول بالا کیا کہ دشمنوں کو مُنہ دکھانے کی جگہ نہ رہی۔ پس اس سے بالیقین یہی ثابت ہُوا کہ حضرت اقدس میرزا صاحب اپنے دعوے میں سچے اور خدا کی طرف سے تھے"۔

تیسری آیت

وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰی (طٰہٰ ع ۳)

یعنے جو خدا پر افترا کرے۔ وحی و الہام کا جھوٹا دعویٰ کرے وہ بالضرور خائب و خاسر ذلیل و رسوا ہو جاتا ہے۔ دنیا میں بھی مقبول نہیں ہوتا۔ پس اگر حضرت مرزا صاحب

ا سوال :۔ نصرت سے کیا مُراد ہے۔ لوگوں کا ماننا کافی نہیں کیونکہ بعض مفتریوں کو بھی لوگوں نے مانا ہے۔
جواب :۔ چونکہ خدا تعالیٰ کے سچے رسُول عقائد فاسدہ کو دُور کرتے اور عقائد صحیحہ کو دل میں جگہ دیتے ہیں اس لئے انکی طرف قدم بڑھانیوالا ایک قید کی طرف آتا ہے۔ اور رسول کی طرف ایک قدم اٹھانے سے بھی اسقدر مخالفت ہوتی ہے کہ جان خطرہ میں پڑ جاتی ہے لہذا رسول کی طرف آنا خدا تعالیٰ کی بڑی توفیق اور اپنی بڑی سعادتمندی سے ہو سکتا ہے برخلاف انکے جو خدا کے سچے رسُول نہیں ہوتے۔ بلکہ مفتری اور کذاب ہوتے ہیں وہ اباحت کے دلدادہ نفسانی خواہشوں کے پورا کرانیوالے اور لوگوں سے مرنج و مرنجان بنانیوالے ہوتے ہیں اس لئے انکی طرف مخلوقات دوڑے تو کچھ تعجب نہیں۔ لیکن ان کا فروغ زیادہ دیر نہیں رہتا۔ خدا انکی پردہ دری کرتا ہے اور ان کا سلسلہ چل نہیں سکتا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسیلمہ کذّاب ہُوا۔ جسکو بہت لوگوں نے قبول کیا پھر چند ہی سال میں برباد ہو گیا اور اس کا سلسلہ نہ چلا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں امریکہ میں ڈاکٹر ڈوئی ہوا جس نے ایک شہر بنایا اور جسے بہت سے لوگوں نے قبول بھی کیا۔ اس نے ایلیاس نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ لیکن خدا نے تھوڑے ہی عرصہ میں اس کا تختہ اُلٹ دیا۔ اور حضرت مسیح موعود کی دُعا مباہلہ کے ماتحت مغلوب ہو کر خانمان برباد ہو گیا۔ ان فی ذلک لعبرۃ لاولی الالباب۔

مفتری ہوتے تو خدائی قانون کے ماتحت رُسوا ہو جاتے۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان کا مرتبہ خدا نے ایسا بڑھایا کہ آج اطراف و اکناف عالم میں ان کے نام کا شہرہ ہے۔ اور ہر ملک اور ہر طبقہ میں ان کے شیدائی موجود ہیں۔ ان کے مصدقین اور سچے خدام تمام دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ اور یوماً فیوماً ان کی تعداد ترقی پذیر ہے۔ اس صدی میں تو کسی بڑے سے بڑے آدمی یا کسی عالم کسی درویش بزرگ ولی کو بھی وہ عزت۔ و نعمت خدا نے نہیں دی۔ جو حضرت اقدس میرزا صاحب کو عطا فرمائی ہے۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ بے شک حضرت مرزا صاحب اپنے دعوے میں سچے اور خدا کی طرف سے ہیں

چوتھی آیت

کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ (مجادلہ ع ۳) یعنے خدا کا قانون ہے کہ خدا اور اس کے فرستادہ ہی غالب رہا کرتے ہیں پس چونکہ خدا کے فضل نے حضرت اقدس میرزا صاحب کو ہر میدان میں فتح دی۔ مناظرے۔ مباہلے۔ رُوحانی مقابلے میں ہر جگہ اور ہر وقت آپ ہی غالب رہے۔ اس لئے یہی ثابت ہوا۔ کہ حضرت اقدس میرزا صاحب اپنے دعوی میں سچے اور خدا کی طرف سے ہیں۔

پانچویں آیت

فَاِنۡ لَّمۡ یَسۡتَجِیۡبُوۡا لَکُمۡ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَاۤ اُنۡزِلَ بِعِلۡمِ اللّٰہِ[۱] (پارہ ۱۲۔ ہود ۲)

---

[۱] جو آیات پیش کیگئی ہیں۔ انہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے سچے رُسول کی شناخت کے لئے کافی سامان ہے طالب حق کے لئے تو ایک نکتہ ہی کافی ہے۔ نتیجہ ان آیات کا یہی ہے کہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتے اس کے ساتھ کوئی امتیازی نشان ہوتا ہے۔ جس کے ذریعہ وہ شناخت کیا جاتا ہے۔ چونکہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا مدعی ہے۔ اس لئے اُس کے ساتھ ان خصائل کا تعلق ہونا چاہیئے۔ جو ذات الٰہی سے مخصوص ہیں۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ خصوصیت رکھنے والی دو باتیں ہیں:۔

(الف) یہ کہ خدا تعالیٰ کے برابر کسی کی قدرت نہیں نہ اسپر کوئی غالب آسکتا ہے۔

(ب) یہ کہ خدا کے برابر کسی کا علم نہیں۔ پس وہ انسان جو ضعیف و ناتوان ہے نہ اُس کے پاس مال

یعنی اگر یہ منکر لوگ اس اعجازی کلام کا مقابلہ نہ کر سکیں تو "اے طالبان حق" تم اس نتیجہ کو سمجھ لو کہ یہ اعجازی کلام بشری طاقتوں کا نتیجہ نہیں بلکہ علم الٰہی سے ظاہر ہوا
اس آیت کے ماتحت غور کیجئے۔ کہ جن کتابوں کو حضرت اقدس میرزا صاحب نے اعجازی رنگ میں پیش کیا۔ ان کا جواب دنیا میں کوئی نہ بنا سکا۔ بطور مثال اعجاز احمدی کو لیجئے۔ جسے حضرت اقدس نے مولوی ثناء اللہ کے مقابلہ میں لکھا۔ اور اس میں بڑے زور کے ساتھ یہ بھی لکھ دیا:۔

فَاِنْ اَکُ کَذَّابًا فَیَاْتِیْ بِمِثْلِھَا ۔ وَاِنْ اَکُ مِنْ رَّبِّیْ فَیُغْشِیْ وَیُثْبِرٗ

فرمایا۔ اگر میں اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہوں تو مولوی ثناء اللہ صاحب اس کی مثل ضرور بنا لائیں گے۔ لیکن اگر میں اپنے رب کی طرف سے ہوں۔ تو مولوی صاحب کی سمجھ پر پردہ ڈال دیا جائے گا۔ اور انھیں مثل لانے سے روک دیا جائیگا۔
اب دیکھ لیجئے۔ کہ آج تک مولوی ثناء اللہ سے اعجاز احمدی کی مثل نہ بن سکی اور نہ آئیندہ امید کیونکہ اس غریب مولوی کی ترکی تمام ہو چکی ہے۔ دوستو! غور کرو للہ غور کرو تاکہ تم کامیابی کی راہ پاؤ۔

چھٹی آیت

فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ[۱] (یونس ع ۲) اس آیت کے اندر

بقیہ حاشیہ:۔ اور نہ اس کا کوئی جتھہ۔ نہ کسی بڑے شہر میں رہنے والا نہ بڑا مشہور عالم نہ گدی نشین جس سے تمام ذرائع شہرت کے منقطع ہیں وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اسکے مقابلہ کے لئے تمام زور آور کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور اس کی باتوں کو مٹانے کے لئے پورا زور لگاتے ہیں۔ ایک طرف اسکے مقابلہ کے لئے سیف و سنان ہیں۔ دوسری طرف قلم اور زبان ہیں۔ مگر نہ کوئی تیغ اسکے جسم کو کاٹ سکتی ہے نہ کوئی تحریر اس کی بات کو توڑ سکتی ہے۔ لیسے انسان کے متعلق بداہت عقل یہی حکم کرتی ہے کہ اس کی حمایت میں وہ علیم و قادر مطلق خدا ہے۔ جس کے علم و قدرت کے آگے کسی کی پیش نہیں چل سکتی۔ یہ دو نو امر یعنی قدرت و علم۔ خدا تعالیٰ کی وہ زبردست شہادتیں ہیں جنکے ذریعہ خدا تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کی سچائی پر مہر کرتا ہے۔ ویقول الذین کفروا لست مرسلا قل کفیٰ باللہ شھیدًا بینی وبینکم ومن عندہ علم الکتاب ۔

[۱] سوال:۔ جب ایک مدعی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا دعویٰ کرے۔ اس پر ایمان لانا

یہ معیار پیش کیا گیا ہے کہ یہ مدعی وحی و الہام تم لوگوں میں ایک عمر گذار چکا ہے۔ مگر اس نے پہلے کبھی ایسا دعوے ہرگز نہیں کیا تھا۔ اور وہ ہر طرح اعمال میں صالح و مخلص رہا کسی انسان پر بھی کبھی جھوٹ نہیں باندھا۔ تو اب کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ ایک ساتھ خدا پر افترا کرنے لگے " پس اس معیار کے ماتحت حضرت اقدس میرزا صاحب کی زندگی پر ایک نظر ڈالو۔ قادیان میں آؤ۔ اور موافق چھوڑ مخالفوں سے بھی دریافت کرو کہ حضرت اقدس کی زندگی دعوے سے پہلے بھی کیسی تھی۔ اگر آپ ایسا کرینگے تو حق واضح ہو جائیگا اور آپ بھی اس نتیجہ پر پہنچیں گے۔ کہ بے شک حضرت اقدس میرزا صاحب اپنے دعوے میں سچے اور خدا کی طرف سے ہیں۔ جس طرح ہم تحقیق کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ لیکن انصاف شرط ہے۔ ابتغاء وجہ اللہ کے لئے یہ کام کچھ بھاری نہیں ہے۔

ساتویں آیت

(الحاقہ ۴۶)

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ [1]

بقیہ حاشیہ شبہ :۔ تو اسی وقت واجب ہے۔ لیکن اسوقت اسکی سچائی کی دلیل کیا ہوگی جبکہ دعویٰ کی ابتدا ہی ہے

جواب :۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعویٰ کرنیوالے ہوتے ہیں وہ ابتداء عمر میں مبعوث بالدعوت نہیں ہوتے۔ بلکہ مخلوقات کو وہ ایمان کی دعوت اسوقت دیتے ہیں۔ جبکہ انکی عمر کا ایک بڑا حصہ جو چالیس سال کے قریب ہے، گذر جاتا ہے۔ اس لمبے عرصہ میں دنیا کے ہر ایک قسم کے معاملات میں وہ پڑتے ہیں لیکن کسی موقع پر ان سے جھوٹ سرزد نہیں ہوتا۔ پس وہ شخص جس نے اتنا لمبا عرصہ اپنی زندگی کا پاکیزگی میں گذارا ہے کہ جھوٹ اس کے قریب تک نہیں آسکا۔ اور کوئی فرد اس کے جھوٹ کا گواہ نہیں تو ایسے شخص کے متعلق یہ گمان کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ اس نے ایسی خبر میں جھوٹ بولا ہو۔ جو خدا کے نزدیک بھی اسے ملعون بنا دے۔ اور مخلوق کے نزدیک بھی اور اپنی پہلی تمام زندگی کے خلاف افترا پر کمربستہ ہو جائے اور مخلوق کی سخت سے سخت مخالفت کو برداشت کرے۔ عقل ایسے شخص کے متعلق جھوٹ کے گمان کی ہرگز اجازت نہیں دیتی۔ ورنہ امان اٹھ جائے۔ اور کوئی کسی پر اعتبار نہ کرے +

[1] مذکورہ آیات سے یہ تو ثابت ہوا کہ صادق کے یہ نشان ہیں۔ لیکن یہ سوال باقی ہے کہ مفتری کس طرح ناکام ہوتا ہے۔ اور خدا کا غضب اسپر کیونکر آتا ہے۔ اسکے جواب میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم اس کی قطع وتین کر دیتے ہیں +

یعنے اگر یہ مدعی وحی والہام کچھ باتیں ہم پر یُونہی جھوٹ باندھ دے۔ تو ہم اس کو اپنے قہر کے نیچے لاکر برباد و نامراد کردیں وہ ہرگز نہ پھلے پھُولے نہ اس کی جماعت قائم ہو۔ نہ وہ کامیاب ہو۔

اس آیت نے صاف طور پر بتا دیا کہ جھوٹے مدعی وحی والہام کو خدا تعالیٰ خود سزا دیتا ہے۔ اور بحقیقت اگر خدا ایسا نہ کرے تو اس کی سلطنت میں ایک فساد عظیم برپا ہو جائے۔ اور صدق و کذب کا امتیاز بھی اُٹھ جائے۔ ہدایت و ضلالت کا معاملہ بھی سراسر مشتبہ ہو جائے۔ اور اس طرح دنیا و مذہب سے یک لخت امن جاتا رہے۔ اس لئے خدا نے یہ قانون مقرر فرما دیا ہے کہ جھوٹے مدعی وحی والہام کو وہ خود اپنے فعل سے جھوٹا ثابت کر دیا کرتا ہے۔ اور سچے کو سچا۔ پس اب دنیا دیکھ رہی ہے۔ کہ اس قانون کے مطابق خدا تعالیٰ نے اپنے فعل سے (حضرت اقدس میرزا صاحب کی تائید کرکے انہیں ترقی و کامیابی دے کر) لاریب یہ ثابت کر دیا ہے کہ یقیناً حضرت اقدس اپنے دعوے میں سچے اور خدا کی طرف سے تھے"۔

آٹھویں آیت

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ط (بنی اسرائیل ۲۶) رب العزت فرماتا ہے۔ کہ دنیا میں ہم عذاب نہیں بھیجا کرتے۔ جب تک کہ پہلے کوئی رسُول مبعوث نہ فرما لیں۔ اب اس آیت کے ساتھ ایک اور آیت ملحوظ خاطر رکھو جو یہ ہے:۔

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ۔ كَانَ ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ط (بنی اسرائیل ۶۶)

یعنے کوئی بستی نہیں جسے ہم روز قیامت سے پہلے ہلاک نہ کریں یا سخت عذاب نہ دیں یہ بات خدا کی کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔

لے یہ خدا تعالیٰ کی وہ زبردست شہادت ہے۔ جس کا ظہور ذرہ ذرہ سے ہوتا ہے اور جس کا احساس صرف انسانوں کو ہوتا ہے۔ بلکہ چرند پرند بھی اس سے باہر نہیں رہتے۔

آیت ہذا کے مطابق ضرور ہے کہ قبل یوم قیامت ہر بستی پر عذاب آئے یا وہ ہلاک کردی جائے اور پہلی آیت سے معلوم ہوا کہ عذاب نہیں آتا جب تک خدا کا کوئی فرستادہ نہ آجائے۔ پس معلوم ہوا کہ عذاب کا آنا رسول کے آنیکی دلیل ہے۔ اب یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت اقدس میرزا صاحب نے دعویٰ کیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہدیا کہ دنیا اگر مجھے تسلیم نہ کریگی تو بہت کچھ عذاب آئینگے زلزلے آئینگے نئی نئی وبائیں پڑینگی اور خدا کی طرف سے فرمایا "دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کردیگا"۔ اب غور کیجئے کہ دنیا کیسے کیسے عذابوں میں مبتلا ہے۔ خشک سالی۔ قحط۔ گرانی۔ نئی نئی بیماریاں دنیا پر محیط ہیں۔ پس خدائی قانون کے موافق ضرور یہ عذاب خدا کے مامور حضرت اقدس میرزا صاحب کے انکار کے باعث ہے۔ لہذا وہی امر تسلیم کرلینا ان عذابوں سے خلاصی کا موجب ہوسکتا ہے جس کو خدا تعالیٰ ان عذابوں کے ذریعہ ثابت کررہا ہے وہ یہی کہ حضرت اقدس میرزا صاحب اپنے دعویٰ میں سچے اور خدا کی طرف سے ہیں ؂

نویں آیت

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ؕ یعنی خدا تعالیٰ غیب کا جاننے والا ہے کسی کو اظہار علی الغیب نہیں دیتا ہاں جس کو مقبول اور رسول بناتا ہے اُسے اظہار علی الغیب عطا فرماتا ہے"۔ پس چونکہ خداوند رب العزت نے حضرت اقدس میرزا صاحب کو اظہار علی الغیب عطا فرمایا۔ ہزاروں اخبار غیب پر مطلع کیا چنانچہ حضرت اقدس نے بہت سی پیشگوئیاں فرمائیں جو پوری ہوئیں اور ہورہی ہیں جن کا بیان خود حضرت اقدس کی تصانیف میں موجود ہے۔ طالبان حق کو

وہ کتابیں دیکھنا چاہیں آریوں کے پنڈت لیکھرام کے متعلق کسقدر زبردست پیشگوئی تھی کہ اسکی موت کا سال اور دن اور وقت تک بتادیا اور وہ اسی کے مطابق مر بھی گیا۔ زار روس کے متعلق پیشگوئی۔ بنگال کی دلجوئی کے متعلق پیشگوئی کیسی صاف طور سے پوری ہوئی۔ اپنی کامیابی کے متعلق پیشگوئی یاتون من کل فج عمیق کسقدر کھلے کھلے طریق پر پوری ہوئی اسی طرح کثرت سے پیشگوئیاں پوری ہوئیں اور ہو رہی ہیں پس مذکورہ بالا آیت کے ماتحت یہی ثابت ہوا کہ حضرت اقدس میرزا صاحب اپنے دعویٰ میں سچے اور خدا کی طرف سے تھے ؛

دسویں آیت

محمد رسول اللہ۔ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم ط ۔ اس آیت میں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صداقت پر ایک دلیل پیش کی گئی ہے وہ یہ کہ حضور کے صحابہ اور ماننے والوں کے حالات بیان فرما کر بتایا ہے کہ آپ کے ماننے والوں میں یہ یہ خوبیاں ہیں اور یہ خوبیاں ضرور صادق کی صحبت اور اس کی روشنی اور تعلیم سے ان میں پیدا ہوئی ہیں پس جبکہ پاس بیٹھنے والوں اور تسلیم کرنے والوں کے حالات بہترین حالات ہیں تو اس سے یہ نتیجہ بآسانی نکل سکتا ہے کہ ضرور ان لوگوں کا مقتدا اور امام راستباز اور صادق ہے کیونکہ مفتری اور جھوٹے کے پاس یہ فیوض و برکات کہاں۔ جھوٹوں پر تو خود خدا بھی لعنت کرتا ہے ؛

اسی طرح یہ بھی معلوم ہونا آسان ہے کہ حضرت اقدس میرزا صاحبؑ کی جماعت کے حالات کیا ہیں۔ پس آپ انصاف کی آنکھ سے دیکھیں کہ یہی جماعت ہے جو اشاعت اسلام میں سرگرم سعی کر رہی ہے یہی جماعت

لغو رسوم اور بے سر و پا خیالات سے جدا ہے۔ یہی جماعت ایک منتظم اور مستحکم نظام کے ماتحت اسلام کی خدمت کر رہی ہے۔ اخلاقی حالت بھی قابل شکر ہے اور یہ تمام خدا کا فضل و احسان ہے وَلَا فَخْرَ۔ پس جبکہ یہی جماعت آج حقیقی اصلاح سے بہرہ یاب ہے تو کیونکر اُس کے مقتدا کے متعلق یہ خیال ہو سکتا ہے کہ وہ مفتری تھا؛

جماعت کی تمامتر خوبیاں اُسکے مقتدا و امام کے برکات ہیں اس لئے چونکہ "درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے" ادنیٰ تامل و غور سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ بے شک حضرت اقدس میرزا صاحبؑ اپنے دعویٰ میں سچے اور خدا کی طرف سے تھے؛

پس ہم دنیا کو بشارت دیتے ہیں

کہ خدائی نوشتے پورے ہو گئے۔ انبیاء کی پیشگوئیاں اور بشارتیں آشکار ہو گئیں دنیا کی چہاردہم صدی کا مجدد اکبر مصلح اعظم امام مہدی و مسیح موعودؑ آگیا۔ دین اسلام کا زندہ کرنیوالا آگیا۔

دوستو! اب انتظار کی گھڑیاں ختم ہو گئیں زیادہ خیالات پراگندہ نہ کرو پریشان نہ پھرو۔ آنیوالے امام کی جماعت میں شامل ہو کر زندگی حاصل کرو۔ آؤ اور اُسکے خلیفۂ برحق کے دست حق پرست پر بیعت کر کے خدائی لشکر کے سپاہی اور الٰہی دربار کے درباری بن جاؤ۔ اور جوش مسرت کے ساتھ دنیا کو سُنا دو

دربار عام گرم ہوا اشتہار دو

جن و بشر سلام کو آئیں پکار دو

باب سوم

(آنحضرت صلعم کی قبل از بعثت زندگی کے حالات)

ولادت و تسمیہ وغیرہ

باب دوم کے آخر میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ آمنہ بنت وہب ابھی حمل سے ہی تھیں کہ انکے شوہر عبد اللہ بن عبد المطلب کو سفر شام سے واپسی پر یثرب یعنی مدینہ میں سفر آخرت بھی پیش آگیا۔ لکھا ہے کہ جب عبد المطلب کو عبد اللہ کی علالت کی خبر مکہ میں پہنچی تو فوراً اپنے بڑے بیٹے حارث بن عبد المطلب کو مدینہ کی طرف روانہ کیا کہ عبد اللہ کو اپنے ساتھ مکہ لے آویں مگر جب حارث مدینہ پہنچا تو عبد اللہ فوت ہو چکے تھے۔ واپس آکر اپنے باپ کو خبر دی جس پر عبد المطلب کو سخت قلق اور صدمہ ہوا کیونکہ عبد المطلب کو اپنے سب بیٹوں میں عبد اللہ بہت زیادہ عزیز اور پیارے تھے۔

مگر اس صدمہ سے بڑھکر وہ غم تھا جو آمنہ کے دل پر گذرا ہوگا جس کا شوہر اس طرح غریب الوطنی کی حالت میں شادی کے تھوڑے عرصہ کے بعد ہی ملک عدم سدھار گیا اور جس کی مبارک یادگار ابھی آمنہ کے بطن میں ہی تھی۔ نئی نئی شادی کی حالت میں کم عمر لڑکیاں جو طبعاً شرم وحیا کا مادہ اپنے اندر زیادہ رکھتی ہیں ایسے موقعوں پر اپنے غم والم کا اظہار نہیں کر سکتیں اس لئے انکو اندر ہی اندر غم اور صدمہ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس سے اس تکلیف کا اندازہ ہو سکتا ہے جو آمنہ کو اس موقع پر اٹھانی پڑی ہوگی۔

مورخین لکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں آمنہ نے ایک خواب دیکھا کہ اسکے اندر سے ایک نور نکلا ہے جو دور دور ملکوں میں پھیل گیا ہے۔ محدثین نے اس روایت کی سند پر جرح

کی ہے مگر کیا تعجب کہ یہ درست ہو کیونکہ ایسے موقعوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ارحم الراحمین ہے، اپنے بندوں کو بعض اوقات ایسے نظارے دکھائے جاتے ہیں تا ان کے زخم رسیدہ دل کے لئے تسکین کا موجب ہوں۔

خیر آمنہ نے جوں توں کر کے یہ مصیبت کے ایام کاٹے۔ اب وضع حمل کے دن قریب تھے۔ آمنہ شعب بنو ہاشم میں رہتی تھیں کہ بارہ ربیع الاول مطابق ۲۰۔ اپریل ۵۷۱ء* یعنی واقعہ اصحاب الفیل کے صرف پچپن روز بعد بروز پیر بوقت صبح آنحضرت صلعم کی ولادت ہوئی۔ اس موقع پر آمنہ کی خوشی کا اندازہ کرو کہ اسکے مرحوم شوہر کی یاد کو قائم رکھنے والا اور اسکی نسل کو چلانے والا نرینہ بچہ پیدا ہوا مگر اسوقت آمنہ کو یہ معلوم نہ تھا کہ جو بچہ اس نے جنا ہے وہ نہ صرف عبد اللہ کی یاد کو قائم رکھنے والا نکلیگا بلکہ اپنی قوم اپنے ملک بلکہ تمام دنیا کو روشن کرنے والا ہوگا اور آسمان پر آفتاب عالمتاب ہو کر چمکیگا۔

بچہ کے پیدا ہوتے ہی آمنہ نے عبد المطلب کو اس کی ولادت کی خبر بھیجی جو فوراً خوشی کے جوش میں دوڑے آئے اور بچہ کو اپنے ہاتھوں میں اُٹھا کر بیت اللہ میں لے گئے اور وہاں خدا کا شکریہ ادا کیا اور بچے کا نام محمد (صلعم) رکھا اور پھر اسے واپس لا کر ماں کے سپرد کر دیا۔

مورخین نے آنحضرت صلعم کی ولادت کے متعلق عجیب عجیب روایتیں بیان کی ہیں کہ اسوقت کسریٰ کے محل میں زلزلہ آیا اور اسکے چودہ کنگرے گر پڑے اور فارس کا مقدس آتشکدہ جس میں سالہا سال سے برابر آگ جلتی چلی آتی تھی وہ دفعتاً بجھ گیا وغیرہ وغیرہ مگر یہ سب قصے ہی قصے ہیں کیونکہ روایت کی رو سے ان میں سے ایک بھی جرح و قدح سے خالی نہیں۔

---

* حاشیہ۔ تاریخ پیدائش کے متعلق مورخین میں اختلاف ہوا ہے۔ قمری حساب سے یہ اختلاف صرف ۸۔ ربیع الاول اور ۱۲۔ ربیع الاول کے درمیان چکر کھاتا ہے۔ لیکن شمسی حساب میں بہت زیادہ اختلاف ہو گیا ہے۔ بعض اگست ۵۷۰ء میں آپکی پیدائش بتاتے ہیں اور بعض اپریل ۵۷۱ء میں۔ میں نے بغیر کسی زیادہ تحقیقات کے جمہور کا مذہب درج کر دیا ہے واللہ اعلم۔ منہ

یہ بھی روایت آتی ہے کہ آنحضرت صلعم مختون پیدا ہوئے تھے یعنی قدرتی طور پر آپ کا ختنہ ہوا ہوا تھا۔ اسکے صحیح ماننے میں ہمیں کوئی امر مانع نہیں ہے۔ بعض اوقات بچوں میں ایسی اور اسی قسم کی اور قدرتی باتیں دیکھی گئی ہیں۔ کیا عجب کہ آنحضرت صلعم بھی قدرتی طور پر مختون ہوں۔ خاصکر جب تاریخ میں آپ کے متعلق ختنہ کی رسم کا ذکر عام طور پر نظر نہیں آتا (حالانکہ عربوں میں ختنہ کا رواج تھا) تو اور بھی اس روایت کی صحت نظر آتی ہے واللہ اعلم۔

رضاعت و طفولیت

مکّہ کے شرفاء میں دستور تھا کہ مائیں بچہ کو خود دودھ نہ پلاتی تھیں بلکہ عام طور پر بچے شہر سے باہر بدوی لوگوں میں دایاؤں کے سپرد کر دیئے جاتے تھے تاکہ وہ جنگل کی کھلی ہوا میں رہ کر مضبوط ہوں اور تا ان کی زبان صاف رہے کیونکہ بدوی لوگوں کی زبان شہریوں کی نسبت بہت زیادہ صاف اور اختلاط سے پاک تھی۔

آنحضرت صلعم کو شروع شروع میں عارضی طور پر ثویبہ نے جو ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی تھی دودھ پلایا۔ اسی ثویبہؔ نے حضرت حمزہ کو بھی دودھ پلایا تھا گویا اسطرح حمزہ جو خون کے رشتہ میں حضرتؐ کے حقیقی چچا تھے دودھ کے رشتے میں آپکے بھائی بنگئے

ثویبہ* کے بعد حضرت کی رضاعت مستقل طور پر حلیمہ سعدیہ کے سپرد ہوئی جو قوم ہوازن کے بنی سعد کی ایک خاتون تھی اور مکّہ میں دایا کے طور پر کسی بچے کی تلاش میں آئی تھی۔ لکھا ہے کہ اپنی کفالت میں ایک یتیم بچے کو لئے جاتے ہوئے حلیمہ ایسی خوش نہ تھی جو دوسری صورت میں ہوتی جہاں زیادہ انعام و اکرام کی امید تھی مگر اسے کیا معلوم تھا کہ یہی یتیم بچہ ایک دن دین و دنیا کا بادشاہ بنے گا اور اس کی قوم کے چھ ہزار جنگی قیدیوں کو محض اس کی محبت کی یاد میں رہا کرے گا بلکہ اسکے رشتہ داروں کو

---

* ثویبہ کی یہ چند دن کی خدمت آنحضرت صلعم کبھی نہیں بھولے۔ جب تک وہ زندہ رہی مختلف موقعوں پر اسکی مدد فرمایا کرتے تھے۔ اسکے مرنے کے بعد بھی دریافت فرمایا کہ اس کا کوئی رشتہ دار باقی ہے۔ مگر معلوم ہوا کہ کوئی نہیں۔ منہ

جو مجرم بنکر اسکے سامنے پیش ہونگے انعام و اکرام سے مالا مال کر دیگا۔ مگر یہ بعد کی باتیں ہیں جو اپنے موقع پر ہی مزا دینگی۔

حلیمہ آنحضرت صلعم کو اپنے ساتھ لے گئی اور وہیں آپ کو رکھا۔ چھٹے چھینے مکہ میں لاکر آمنہ کو بچہ دکھا جاتی اور پھر واپس لے جاتی۔ جب دو سال کے بعد رضاعت کی مدت پوری ہوئی تو وہ آپکو مکہ میں لائی اور آمنہ کے سپرد کیا۔ مگر مکہ کی آب و ہوا اچھی نہ تھی اور آمنہ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ اسلئے آمنہ نے پھر اسے حلیمہ کے ساتھ واپس بھجوا دیا۔

دو سال کا بچہ اچھی طرح کھیلنے کودنے لگ جاتا ہے آنحضرت صلعم بھی بشریت کے لوازمات سے آزاد نہ تھے۔ حلیمہ کے اپنے بچوں اور قبیلے کے دوسرے بچوں کے ساتھ ملکر کھیلتے۔ یہ زمانہ بھی عجیب ہوگا۔ خاتم النبیین و سید الاولین و الآخرین عرب کے ریگستان میں بدوی لوگوں کے بچوں میں ملا جلا کھیلتا کودتا پھرتا ہے اللہ اکبر۔

بنی سعد کی زبان خصوصیت کے ساتھ صاف اور فصیح تھی آپنے بھی وہی زبان سیکھی۔ زمانہ نبوت میں فرماتے تھے کہ مینے بنی سعد میں پرورش پائی ہے اس لئے میری زبان فصیح ہے۔ غرض اس رنگ میں آنحضرت صلعم کے دو تین سال اور گذر گئے۔ آپکو یہ ایام آخر دم تک نہیں بھولے۔ غزوہ حنین میں قبیلہ ہوازن کے قیدی آئے تو ان میں آپ کی رضاعی بہن بھی تھی جو آپکے ساتھ اس زمانہ میں کھیلی ہوئی تھی۔ آپنے اسے پہچانا اور انعام سے مالا مال کرکے واپس کیا۔

اس زمانہ کے متعلق ایک روایت آتی ہے جو علم روایت کی رو سے تو قابل سند نہیں مگر مورخین چونکہ عام طور پر اسے لکھتے ہیں اسلئے بیان کیئے دیتا ہوں لکھا ہے کہ ایک دفعہ آپ حلیمہ کے بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ دو شخص سفید کپڑے پہنے آئے اور انہوں نے آپکو پکڑ کر آپ کا سینہ چاک کیا اور اس میں سے کوئی چیز تلاش

*لکھا ہے کہ ایک دفعہ زمانہ نبوت میں خود حلیمہ بھی آنحضرت صلعم کے پاس مکہ میں آئی۔ اور آپ اسے دیکھتے ہی میری ماں میری ماں کہتے ہوئے فرط محبت میں اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی چادر مبارک اسکے لئے بچھائی جس پر وہ بیٹھی۔ منہ

کر کے باہر نکال پھینکی۔ یہ شیطانی حصّہ تھا جس سے آپ کلیۃً پاک کیئے گئے۔ روایت کی رو سے اسکی حیثیت جو ہے وہ اوپر لکھ چکا ہوں درایۃً بھی یہ بظاہر قابل قبول نہیں ہاں کشفی رنگ میں ایسے نظارے بعض اوقات ہو جاتے ہیں چنانچہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ معراج کی رات آنحضرتؐ کے ساتھ اسی قسم کا شق صدر کا واقعہ ہوا۔ حلیمہ کے پاس سے واپس آکر اپنی والدہ کی کفالت کے زمانہ میں بھی آپ کے متعلق اس قسم کے واقعہ کی روایت آتی ہے واللہ اعلم۔

والدہ کی کفالت آنحضرت صلعم کس عمر میں واپس اپنی ماں کے پاس آئے۔ اسکے متعلق مورخین میں اختلاف ہوا ہے۔ بعض کے نزدیک جب آپ چار سال کے ہو گئے تو حلیمہ آپ کو مکّہ پہنچا گئی مگر بعض لکھتے ہیں کہ آپ اپنے چھٹے سال میں اپنی ماں کے پاس آئے واللہ اعلم۔

سفر مدینہ اور وفات والدہ آپ کی عمر جب چھ سال کی ہوئی تو آمنہ آپ کو ساتھ لے کر اپنے رشتہ داروں (بنی نجار) کو ملنے کی غرض سے مدینہ گئی ام ایمن بھی ساتھ تھی۔ چونکہ بنی نجار سے آمنہ کی رشتہ داری بہت دُور کی تھی کیونکہ صرف حضرتؐ کے دادا عبد المطلب کی ماں بنی نجار سے تھی اسلئے بعض مورخین کی یہ رائے ہے کہ شائد آمنہ کو دراصل اپنے مرحوم شوہر کے مزار دیکھنے کا خیال ہو گا۔

کچھ مدّت آنحضرتؐ اپنی والدہ کے ساتھ بنی نجار میں ٹھیرے۔ زمانہ نبوت میں جب آپ ہجرت کر کے مدینہ گئے تو آپ نے صحابہؓ کو وہ جگہ بتائی جہاں آپ مدینہ کے بچوں کے ساتھ ان ایام میں کھیلا کرتے تھے اور وہ تالاب بھی بتایا جہاں آپنے تیرنا سیکھا تھا۔ چند ایام کے قیام کے بعد آمنہ واپس لوٹیں مگر اپنے شوہر کی طرح غریب الوطنی میں ہی موت مقدر تھی۔ مدینہ اور مکّہ کے درمیان مگر مدینہ کے قریب تر ایک مقام ابوا ہے اسجگہ انتقال کیا اور وہیں دفن کی گئیں۔

آنحضرتؐ اب بغیر ماں اور باپ کے تھے۔ غور کا مقام ہے کہ چھ سال کا معصوم بچہ عرب جیسی وحشی اور پرلے درجہ کی غیر مہذب اور گندی سوسائٹی میں بغیر ماں

اور باپ کے چھوڑ جاتا ہے۔ ہر چند کہ دادا اور پھر اس کے بعد چچا کا سایہ سر پر تھا مگر ماں باپ کا سا درد رکھنے والا کوئی نہیں ہوتا ہے لیکن باوجود اس کے کن اخلاق فاضلہ اور عادات مطہرہ سے آراستہ ہو کر یہ یتیم بچہ چالیس سال کی عمر کو پہنچ کر دُنیا کے سامنے وَلَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِہٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کی آواز بلند کرتا ہے اور پھر کس طرح اس آواز کے سامنے تمام مُلک کی گردنیں خم ہو جاتی ہیں اور کسی کو جرأت نہیں ہوتی کہ اس کے سامنے آنکھ اُٹھا کر یہ کہہ سکے کہ تیرے اندر یہ اخلاقی نقص ہے یہ وہ عظیم الشان معجزہ ہے کہ جسے شدید سے شدید دشمن بھی قبول کئے بغیر نہیں رہ سکتا +

والدہ کے وفات پا جانے پر ام ایمن کے ساتھ آپ مکہ میں واپس آئے۔ ماں کی جدائی کا صدمہ جو آپ کے دل پر گذرا ہو گا اس کو یہ لمبا سفر اور بھی بڑھانے والا ٹھیرا ہو گا۔ چھ سال کا بچہ ایسا چھوٹا نہیں ہوتا کہ ان باتوں کو محسوس نہ کر سکے۔ آپ رحمۃ اللعالمین بنکر مبعوث ہوئے اور آپ کے اندر بنی نوع انسان کی ہمدردی اور محبت کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ یہ سب بیشک اللہ کا فضل تھا مگر ظاہری اسباب کی رو سے یہ واقعات بھی اس کا ایک حد تک موجب ہوئے کیونکہ جس کے دل کو اس قسم کے صدمے پہنچتے ہیں وہ ہمدردی اور محبت کے جذبات سے ناآشنا نہیں رہتا +

کفالت عبد المطلب

مکہ میں آکر عبد المطلب نے آپ کو اپنی کفالت میں لیا لکھا ہے کہ عبد المطلب آپ کو نہایت عزیز رکھتے تھے اور حتی الوسع ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ کیونکہ مرحوم عبد اللہ کی یہی ایک یادگار تھی۔ خانہ کعبہ کا طواف کرتے تو بعض اوقات آپ کو اپنے مونڈھوں پر بٹھا لیتے اسی رنگ میں آپ کی عمر کے دو سال اور گذر گئے مگر عبد المطلب کی عمر اب اسی سے تجاوز کر چکی تھی۔ اس لئے انھیں جلدی ہی موت کا پیغام آگیا۔ اس وقت حضرت کی عمر آٹھ سال کی تھی +

عبد المطلب کے کئی بیٹے تھے لیکن مختلف بیویوں سے تھے۔ مگر عبد اللہ اور ابو طالب

کی ماں ایک تھی۔ اس نسبت کی وجہ سے عبد المطلب نے مرتے ہوئے آں حضرت صلعم کو ابو طالب کی کفالت میں دیا اور ان کو آپ کا خاص خیال رکھنے کی وصیت کی۔ لکھا ہے کہ جب عبد المطلب کا جنازہ اُٹھا تو آں حضرت صلعم ساتھ ساتھ تھے اور روتے جاتے تھے۔ یہ تیسرا صدمہ تھا جو حضرت کو بچپن میں اُٹھانا پڑا +

کفالت ابوطالب

ابوطالب نے اپنے والد کی وصیت کو نہایت خوبی اور دیانت سے پورا کیا اور اپنے بچوں کی طرح آں حضرت صلعم کو عزیز رکھا۔ حتّٰی کہ لکھا ہے کہ سوتے ہوئے بھی آپ کو اپنے ساتھ سلاتے تھے +

سفر شام اور واقعہ بحیرا

جب حضرت کی عمر بارہ سال کی ہوئی تو ابوطالب کو ایک تجارتی قافلے کے ساتھ شام کی طرف جانے کا واقعہ پیش آگیا۔ آنحضرت صلعم کو ابوطالب کی جدائی نہایت شاق نظر آتی تھی۔ فرط محبت سے ابوطالب سے لپٹ گئے اور رونے لگے۔ ابوطالب کو اللہ تعالیٰ نے نہایت نرم دل عطا کیا تھا۔ آپ کی یہ حالت دیکھ کر ان کا دل بھر آیا۔ اس لئے آپ کو بھی اپنے ساتھ لے چلے +

شام کے جنوب میں بُصریٰ ایک مشہور مقام کا نام ہے۔ جب وہاں پہنچے تو ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ وہاں ایک عیسائی راہب بحیرا رہتا تھا۔ جب قافلہ اسکی خانقاہ کے قریب پُہنچا تو اس نے دیکھا کہ تمام درخت اور پتھر وغیرہ سجدہ میں گر گئے۔ اسے یہ معلوم تھا کہ الٰہی نوشتوں کی رو سے اب ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے اس لئے اُس نے یہی سمجھا کہ اس قافلہ میں وہی نبی موجود ہے۔ چنانچہ اُس نے اپنے قیافہ سے آنحضرتؐ کو پہچانا۔ اور اس سے ابوطالب کو اطلاع دی +

علم روایت کی رو سے اس واقعہ کی سند مجروح ہے اور قابل قبول نہیں لیکن اگر ایسا واقعہ ہُوا ہو تو کچھ تعجب نہیں۔ درختوں وغیرہ کا سجدہ کرنا اس راہب کا اپنی

کشفی وجدان سمجھا جاوے گا جو ایک بالکل معمولی بات ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اصل واقعہ بھی کچھ ہو اور پھر اس پر بہت کچھ حاشیئے چڑھائے گئے ہوں واللہ اعلم +

آپ کا بکریاں چرانا

آنحضرتؐ جب شام سے واپس آئے تو بدستور سابق ہمیشہ ابو طالب کے ساتھ ہی رہتے تھے۔ اس زمانہ میں آپ نے بکریاں بھی چرائیں مگر عرب میں بکریاں چرانا کوئی عیب کی بات نہ تھی۔ آنحضرت صلعم نے زمانہ نبوت میں فرمایا کہ بکریاں چرانا بھی انبیاء کی سنت ہے اور میں نے بھی بکریاں چرائی ہیں +

اسی زمانہ کا ایک واقع لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک رات اپنے ساتھی کو کہا جو بکریاں چرانے میں آپ کا شریک تھا کہ تم میری بکریوں کی طرف ذرا نظر رکھو میں شہر میں جاکر ذرا لوگوں کی مجلس میں شریک ہوتا ہوں۔ ان دنوں میں دستور تھا کہ رات کے وقت لوگ کسی کے مکان میں جمع ہو کر کہانیاں سناتے اور شعر پڑھنے پڑھانے کا شغل کیا کرتے تھے اور بعض اوقات اسی میں ساری ساری رات گذار دیتے تھے۔ آنحضرتؐ بھی بچپن کے شوق میں یہ نظارہ دیکھنے گئے مگر اللہ تعالے کو اس لغو کام (جس کو حرام نہیں کہہ سکتے) میں بھی خاتم النبیین کی شرکت پسند نہ ہوئی۔ لکھا ہے۔ کہ ایک جگہ آپ گئے مگر ذرا نیند جو آئی تو سو گئے اور صبح تک سوتے رہے۔ ایک دفعہ پھر اور آپ کو اسی قسم کا خیال آیا مگر پھر دست غیبی نے روک دیا +

تعمیر کعبہ

کعبہ کی تعمیر کا واقع باب دوم میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکا ہے۔ یہ بھی بتایا جا چکا ہے کہ بعض اوقات سیلاب یا بعض دوسرے حوادث کی وجہ سے اس کی دیواروں کو نقصان پہنچ جاتا تھا۔ نبی کریم کی زندگی میں بھی ایک دفعہ ایسا واقعہ پیش آیا۔ اس پر قریش نے کعبہ کو گرا کر اسے نئے سرے سے اچھی طرح تعمیر کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر گرانے کے کام کو شروع کرنے سے سب ڈرتے تھے کہ خدا کا گھر

تھا آخر ولید بن مغیرہ (حضرت خالد بن ولید کا باپ) جو بہت معمر اور سرداران قریش سے تھا۔ اس نے اس کام کو شروع کیا اور پھر سب نے شروع کر دیا۔ جب حضرت ابراہیم کی بنیادوں پر پہنچے تو رک گئے اور ان کے اوپر نئی تعمیر شروع کی +

ساحل کے پاس ایک جہاز ٹوٹ گیا تھا اس کی لکڑی مول لے لی لیکن لکڑی چونکہ کم تھی اور ساری چھت کے لئے مکتفی نہ ہو سکتی تھی اس لئے قریش کعبہ کی تعمیر ابراہیم خلیل اللہ کی تمام بنیادوں پر نہ کر سکے بلکہ ایک طرف قریباً چھ ہاتھ جگہ چھوڑ دی۔ اس چھوڑی ہی جگہ کو **حطیم** یا حجر کہتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے اسے کعبہ ہی کا حصہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ طواف میں اس حصہ کو بھی اندر لیا جاتا ہے +

اس کے علاوہ قریش نے بعض اور تبدیلیاں بھی کیں اور وہ یہ کہ کعبہ کا دروازہ پہلے نیچا تھا۔ اب انھوں نے اس کو قد آدم سے بھی زیادہ زمین سے بلند کر دیا تا سیلاب وغیرہ کا پانی اندر نہ جاسکے اور کعبہ کی دیواروں کو دگنا بلند کر دیا اور اوپر چھت ڈالی اور کعبہ کے اندر چھ ستون بنائے جو تین تین کی دو لائنوں میں تھے اور چھت میں ایک روشندان بھی رکھا۔ گو اس غلاف کی وجہ سے جو کعبہ پر ہمیشہ رکھا جاتا ہے اس روشندان کا عملی فائدہ نہیں ہوا۔ ہاں اندر سے سیڑھی کے ذریعہ کعبہ کی چھت پر جانے کے لئے رستہ بیشک بن گیا +

جب قریش کعبہ کی تعمیر کرتے ہوئے حجر اسود کی جگہ پر پہنچے تو مختلف قبائل قریش میں سخت جھگڑا ہوا کہ کون اسے اس کی جگہ پر رکھے۔ ہر قبیلہ اس عزت کو اپنے لئے چاہتا تھا۔ لوگ آپس میں لڑنے مرنے کو تیار ہو گئے اور زمانہ جاہلیت کی رسم کے مطابق ایک خون سے بھرے ہوئے پیالے میں انگلیاں ڈبو کر سب نے قسمیں کھائیں کہ لڑ کر مر جائینگے مگر یہ عزت اپنے قبیلہ سے باہر نہ جانے دینگے۔ اس جھگڑے کی وجہ سے تعمیر کا کام چار پانچ دن بند رہا۔ آخر ابو امیہ بن مغیرہ نے تجویز پیش کی کہ جو سب سے پہلے دروازے کے اندر آتا دکھائی دے وہ اس بات میں حکم ہو کر اسکا فیصلہ کرے۔ اللہ کی قدرت لوگوں کی آنکھیں جو اٹھیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) تشریف

لائے ہیں آپکو دیکھ کر سب پکار اُٹھے کہ یہ امین ہے یہ امین ہے ہم اس کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ آپ جب قریب آئے تو آپ سے انھوں نے حقیقت امر بیان کی اور فیصلہ چاہا۔ آپ نے اللہ کی تائید اور نصرت سے وہ فیصلہ فرمایا کہ سب سردارانِ قریش دنگ رہ گئے۔ آپ نے ایک چادر لی اور وہ بچھا دی اور اس پر حجر اسود رکھ دیا اور پھر مختلف قبائل قریش کے سرداران کو اس چادر کے چاروں کونے پکڑوا دیئے اور پھر اس کے اُٹھانے کا حکم دیا۔ یہ اللہ کی طرف سے اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ عرب کے مختلف قبائل جواب برسر پیکار ہیں اس پاک وجود کے ذریعے سے ایک نقطہ پر جمع ہونگے ٭ جب حجر اسود کی اصلی جگہ کے محاذ میں پہنچے تو آپ نے خود اسے اُٹھا کر اسکی جگہ پر رکھ دیا۔ یہ تصویری زبان میں اس طرف اشارہ تھا کہ نبوّت کی عمارت کے کونے کا پتھر آپ کے وجود میں اپنی جگہ پر قائم ہوگا ٭

مورخین تعمیر کعبہ کی تاریخ کے متعلق صرف اتنا لکھ دیتے ہیں کہ یہ آپ کی ۳۵ سال (یا بعض کے نزدیک ۲۵ سال) کی عمر کا واقعہ ہے۔ حالانکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ صحیح نہیں۔ بلکہ دراصل نئی عمارت کے لئے سامان جمع کرنے اور پُرانی عمارت کو گرانے اور نئی عمارت کے بنائے جانے کا واقعہ ایک کافی لمبے عرصے پر پھیلا ہوا نظر آتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی ابتدائی زندگی میں ہی اس کام کی تیاری شروع ہو گئی تھی۔ کیونکہ ایک روایت آتی ہے کہ جب آپ تعمیر کعبہ کے لئے پتھر اُٹھا اُٹھا کر جمع کرنے تھے تو آپ کے چچا عباس رض نے آپ سے کہا کہ اپنی تہ بند اُتار کر اپنے شانہ پر رکھ لو تا کہ پتھروں کی رگڑ وغیرہ سے بچو۔ آپ نے تعمیل تو کی مگر اس عمر میں بھی حیا کا یہ عالم تھا کہ شرم کے مارے زمین پہ گر پڑے اور غشی کی سی حالت ہو گئی۔ حتیٰ کہ پھر آپ نے جلدی سے اپنی تہ بند اپنے گرد لپیٹ لی۔ یہ واقعہ صحیحین نے بھی بیان کیا ہے اور یہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ جو صرف ابتدائی عمر کی طرف ہی منسوب ہو سکتا ہے چنانچہ شارحین نے بھی لکھا ہے کہ یہ صغر سنی کا واقعہ ہے۔ ہاں حجر اسود کے متعلق حکم بنکر فیصلہ کرنے کا واقعہ بیشک بعد کا یعنی پینتیس سال کی عمر کا ہے کیونکہ جیسا کہ

اوپر بیان ہوا ہے۔ آپ جب دروازے میں سے نکلے تو سب امین امین پکار اُٹھے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ امین کا لقب آپ نے اُس وقت پایا جب معاملات میں پڑ کر آپ نے اپنی امانت کو روز روشن کی طرح ظاہر فرما دیا +

بینے تعمیر کعبہ کے متعلق سارے واقعات کو یکجائی طور پر آنحضرت صلعم کی ابتدائی عمر کے واقعات میں بیان کر دیا ہے تا مضمون الگ الگ ٹکڑوں میں ہو کر خبط نہو جاوے مگر ناظرین حقیقت امر سے آگاہ رہیں +

حرب فجار

عرب ایک نہایت جنگجو قوم تھی اور لڑنے مرنے میں اپنا فخر خیال کرتے تھے۔ وحشت کا یہ حال تھا کہ بات بات میں تلوار کھچ جاتی تھی اور جب ایسا موقعہ آتا تو ایک بڑے پیالے میں خون بھر کر سب اس میں انگلیاں ڈبو کر قسم کھاتے تھے کہ لڑ کر مر جائینگے مگر پیچھے نہیں ہٹینگے۔ مختلف قبائل میں آپس میں دشمنی اور عداوت رہتی تھی کیونکہ ہر ایک کو اپنی عزت اور بڑائی کا ازبس خیال تھا۔ ایسی صورت میں میلوں وغیرہ میں جہاں مختلف قسم کے لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے جھگڑے کی وجوہات پیدا ہو جانا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ نخلہ اور طائف کے درمیان مکہ سے قریباً چالیس میل کے فاصلہ پر ایک جگہ عکاظ ہے جہاں ہر سال بڑا میلہ لگتا تھا اور عرب کے مختلف مقامات سے لوگ جمع ہوتے تھے +

ایک دفعہ آنحضرت صلعم کی عمر کے تقریباً بیسویں سال میں عکاظ میں میلہ کے موقعہ پر بنی کنانہ (قریش جنکی ایک شاخ ہیں) اور قریش اور بنی قیس عیلان کا کسی بات پر باہم تنازع ہو گیا اور ہر دو طرف سے لڑائی کی تیاری ہو گئی۔ یہ لڑائی عرب کی تاریخ میں نہایت مشہور ہے اور حرب فجار کہلاتی ہے جس کے معنی ہیں ناجائز جنگ۔ یہ نام اسے اس لئے دیا گیا تھا کہ یہ لڑائی اشہر حرم میں ہوئی تھی جن میں لڑنا ممنوع تھا +

خیر یہ جنگ ہوا اور ایسے زور و شور سے ہوا کہ زمانہ جاہلیت کے جنگوں میں خاص طور پر مشہور ہے۔ بنی کنانہ اور قریش ایک طرف تھے اور بنی قیس عیلان دوسری طرف اس جنگ کی سب سے خطرناک لڑائی علی الصباح شروع ہوئی اور برابر شام تک چلی گئی جوش

کا یہ عالم تھا کہ بعض سرداران نے اپنے آپ کو رسیوں سے بندھوا دیا تھا کہ اگر بھاگنا چاہیں بھی تو نہ بھاگ سکیں۔ دن کے پہلے حصہ میں قریش اور بنی کنانہ کو شکست ہوئی مگر آخری حصہ میں انھوں نے غلبہ پالیا اور قیس عیلان کو دبنا پڑا۔ آخر صلح پر فیصلہ ہوا۔ ابن الاثیر نے ان واقعات کو نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے +

اس لڑائی میں آنحضرت صلعم بھی شریک تھے اور قریش کی طرف سے لڑے تھے۔ ہر ایک قبیلہ کا الگ افسر تھا۔ بنو ہاشم کی افسری زبیر بن عبد المطلب کے سپرد تھی۔ تمام فوج کا سپہ سالار حرب بن امیہ (ابو سفیان کا باپ) تھا۔ بعض مورخین لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے خود لڑائی میں حصہ نہیں لیا بلکہ صرف اپنے چچا کو تیر پکڑاتے جاتے تھے۔ اگر یہ درست ہو تو پھر بھی شرکت تو بہر حال ثابت ہے +

حلف الفضول قدیم زمانے میں عرب کے بعض اشخاص کو یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ باہم مل کر عہد کیا جاوے کہ ہمیشہ مظلوم کا ساتھ دینگے اور ظالم کو ظلم سے روکیں گے۔ اس کے محرک چونکہ ایسے شخص تھے جن کے ناموں میں فضل کا لفظ آتا تھا اس لئے یہ عہد حلف الفضول کے نام سے مشہور ہو گیا۔ بعض نے اس کی وجہ تسمیہ اور بیان کی ہے۔ واللہ اعلم +

حرب فجار سے واپسی پر زبیر بن عبد المطلب جو آنحضرت صلعم کا چچا تھا اور بنو ہاشم میں اسوقت عمر میں سب سے بڑا تھا اس کے دل میں یہ تحریک ہوئی کہ اس حلف کو پھر از سر نو تازہ کیا جاوے۔ چنانچہ اس کی تحریک پر عبد اللہ بن جدعان کے مکان پر بعض قبائل قریش جمع ہوئے اور انھوں نے باہم قسم کھائی کہ ہم مکہ میں کسی ظالم کو نہیں رہنے دینگے اور ہمیشہ مظلوم کا ساتھ دیں گے +

ابن ہشام نے اس حلف میں حصہ لینے والوں میں ان قبائل کا نام لیا ہے بنو ہاشم بنو مطلب (یاد رکھنے کا موقع ہے کہ بنو عبد شمس اور بنو نوفل اس موقعہ پر بھی بنو ہاشم سے الگ رہے) بنو اسد بنو زہرۃ اور بنو تیم +

آنحضرت صلعم بھی اس موقع پر حاضر تھے اور زمانہ نبوت میں فرماتے تھے کہ میں عبد اللہ

بن جدعان کے مکان پر ایک ایسی قسم میں شریک ہوا تھا کہ اگر آج اسلام کے زمانہ بھی مجھے کوئی اس کے لئے بلائے تو میں حاضر ہوں +

ایک روایت آئی ہے واللہ اعلم۔ کہ ایک دفعہ امیر معاویہ کے زمانہ میں امیر معاویہ کے بھتیجے ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے جو مدینہ پر امیر تھا حضرت حسین بن علی بن ابی طالب کا کوئی حق دبا لیا۔ حضرت حسین نے کہا کہ خدا کی قسم اگر اس نے میرا حق نہ دیا تو میں تلوار نکالکر مسجد نبوی میں کھڑا ہو جاؤنگا اور حلف الفضول کی طرف لوگوں کو بلاؤنگا۔ جس وقت عبداللہ بن زبیر نے یہ سنا تو کہا کہ خدا کی قسم اگر حسین نے اس کی طرف بلایا تو میں اس پر ضرور لبیک کہونگا۔ اور ہم یا تو اس کا حق دلوائینگے یا سب مارے جاوینگے بعض اور آدمیوں نے بھی اسی طرح کہا جس پر ولید دب گیا اور اس نے حضرت حسین کا حق ادا کر دیا۔ عبداللہ بن زبیر بنی اسد سے تھے جو حلف الفضول میں شریک تھے +

تجارتی مشاغل

اب حضرت جوان ہو چکے تھے اور کاروبار زندگی میں مصروف ہونے کا وقت آگیا تھا۔ زراعت کو تو عرب حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور مکہ میں زراعت کا موقع بھی نہ تھا کیونکہ مکہ وَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ میں آباد تھا اس لئے آپ کے واسطے تجارت ہی کا راستہ کھلا تھا۔ چنانچہ ابوطالب کی خواہش اور تحریک پر آپ اس میں شریک ہو گئے +

مکہ سے تجارت کے قافلے مختلف ملکوں کی طرف جاتے تھے۔ یمن اور شام کے ساتھ تو باقاعدہ تجارت کا سلسلہ جاری تھا اس کے علاوہ نجد اور بحرین وغیرہ کے ساتھ بھی تجارت تھی۔ آنحضرت صلعم ان سب علاقوں میں تجارت کی غرض سے قافلوں کے ساتھ

حلیہ مبارک

اس موقعہ پر آپ کا حلیہ درج کر دینا بے موقع نہ ہوگا۔ لکھا ہے کہ آپ میانہ قد تھے نہ بہت لمبے اور نہ پست قد۔ رنگ بہت خوبصورت تھا نہ تو بالکل سفید جیسے سرد ممالک والوں کا ہوتا ہے اور نہ بالکل گندم گوں۔ سر کے بال بالکل سیدھے نہ تھے بلکہ کسی قدر خمدار تھے اور بالوں کا رنگ کسی قدر سرخی مائل تھا۔ داڑھی گھنی نکلی تھی اور خوبصورت تھی۔ آپ کا جسم بہت نازک اور ملائم تھا اور سینہ خوب چوڑا تھا۔ چہرہ گول تھا اور ہاتھ پاؤں اچھے موٹے تھے اور ہتھیلیاں چوڑی تھیں۔ آنکھیں بہت سیاہ تھیں اور پلکیں دراز تھیں + منہ

گئے اور ہر دفعہ نہایت خیر و خوبی اور دیانت و امانت کے ساتھ اپنے فرض کو پورا کیا +

مکہ میں بھی جن لوگوں کو آپ کے ساتھ کسی قسم کا معاملہ پڑا وہ سب آپ کی تعریف میں رطب اللسان تھے سائب جب اسلام لاکر حضرت کی خدمت میں آئے تو لوگوں نے کچھ انکی نسبت تعریفی کلمات کہے۔ آپ نے فرمایا میں ان کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ سائب نے کہا کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ تجارت میں میرے شریک تھے اور آپنے ہمیشہ معاملہ نہایت صاف رکھا۔ عبد اللہ بن ابی الحمساء ایک اور صحابی بیان کرتے ہیں کہ بعثت سے پہلے میں نے آنحضرت صلعم سے کوئی معاملہ کیا۔ مگر ابھی بات ختم ہونے پائی تھی کہ مجھے ایک اور طرف جانا پڑ گیا۔ جاتے ہوئے میں آپ سے کہہ گیا کہ میں پھر آتا ہوں مگر مجھے یہ وعدہ بالکل بھول گیا اور تین دن کے بعد یاد آیا۔ تیسرے دن جب میں وہاں گیا تو آنحضرت صلعم کو وہاں منتظر پایا۔ مگر آپ نے مجھے سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہا کہ "تم نے مجھے تکلیف میں ڈالا۔ میں یہاں تین دن سے تمہارے انتظار میں موجود ہوں"۔ اسی قسم کے واقعات کی وجہ سے مکہ والوں میں آپ کا نام امین مشہور ہو گیا تھا +

آپ کی عمر قریباً پچیس سال کے قریب ہوگی کہ خدیجہ بنت خویلد نے جو ایک نہایت شریف اور مالدار خاتون تھیں اور جن کا پہلا خاوند فوت ہو چکا تھا۔ آپ کو اپنا مال دیکر شام کی طرف تجارت کی غرض سے بھیجا۔ حضرت کی برکت اور دیانت داری کے ساتھ کام کرنے کے نتیجہ میں اللہ کے فضل سے نفع ہوا اور آپ نہایت کامیاب ہو کر واپس آئے۔ اسی طرح آپ نے دو تین اور سفر کئے +

نکاح حضرت خدیجہ آپکی عمر اب پورے پچیس سال کی تھی۔ خدیجہ نے آپکو نکاح کا پیغام بھیجا۔ خدیجہ نہایت شریف اور اعلےٰ اخلاق کی خاتون تھیں۔ حضرت نے اپنے چچوں کے مشورہ کے بعد قبول کیا اور ابو طالب نے نکاح پڑھ دیا۔ اس وقت حضرت کی عمر پچیس سال اور خدیجہ کی عمر چالیس سال کی تھی گویا خدیجہ آنحضرت صلعم سے پندرہ سال عمر میں بڑی تھیں +

خدیجہ رضہ کے بطن سے آں حضرت صلعم کی اولاد آنحضرت صلعم کی جتنی بھی اولاد ہوئی

(سوائے ابراہیم کے جو ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے) سب خدیجہ کے بطن سے ہوئی لکھا ہے کہ آپ کے تین لڑکے ہوئے اور چار لڑکیاں۔ لڑکوں کے نام یہ ہیں قاسم۔ طاہر اور طیب (بعض کے نزدیک طاہر کا اصل نام عبداللہ تھا مگر بعض عبداللہ کو الگ چوتھا بیٹا قرار دیتے ہیں اور بعض طاہر اور طیب دونو عبداللہ ہی کی کنیت قرار دیتے ہیں) اور لڑکیوں کے نام یہ ہیں زینب رقیہ۔ ام کلثوم اور فاطمہ آنحضرت صلعم کی کنیت ابو القاسم تھی جو آپ کے بیٹے قاسم کے نام پر مشہور ہو گئی تھی + نرینہ اولاد سب بچپن میں فوت ہو گئی مگر لڑکیاں بڑی ہوئیں اور اسلام لائیں لیکن سوائے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اور کسی لڑکی کی نسل نہیں چلی +

آنحضرت صلعم کی بڑی لڑکی زینب حضرت خدیجہ کے ایک رشتہ دار ابو العاص بن الربیع کے ساتھ بیاہی گئی۔ ابو العاص کے ہاں زینبؓ کے بطن سے ایک لڑکا علی اور ایک لڑکی امامہ پیدا ہوئے۔ لڑکا تو بچپن میں ہی فوت ہو گیا مگر لڑکی بڑی ہوئی اور حضرت فاطمہ کی وفات کے بعد حضرت علی رضؓ کے عقد میں آئی۔ بعد حضرت علیؓ کے بعد مغیرہ بن نوفل بن الحارث بن عبد المطلب سے بیاہی گئی مگر اس کی نسل نہیں چلی۔ آنحضرت صلعم امامہ کو بہت عزیز رکھتے تھے +

رقیہ اور ام کلثوم حضرت کے چچا ابو لہب کے دو لڑکوں عتبہ اور عتیبہ کے عقد میں آئیں مگر اسلام کے زمانہ میں جب ابو لہب نے آنحضرت صلعم کی سخت مخالفت کی تو طرفین کی خواہش کے مطابق یہ ہر دو نکاح فسخ ہو گئے۔ رقیہ اور ام کلثوم بعد میں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان بن عفان کے نکاح میں آئیں جن کو اس وجہ سے ذو النورین کہتے ہیں۔ رقیہ کے ہاں ایک لڑکا بھی ہوا (عبداللہ) مگر بچپن میں ہی فوت ہو گیا۔ رقیہ کا جنگ بدر کے زمانہ میں اور ام کلثوم کا فتح مکہ کے بعد انتقال ہو گیا +

حضرت فاطمہ ہجرت کے بعد حضرت علی رضؓ کے ساتھ بیاہی گئیں اور ان سے ہی حضرت امام حسن و حسین پیدا ہوئے جن کی اولاد سید کہلاتی ہے۔ حضرت فاطمہ کا آنحضرت صلعم کی وفات کے چھ ماہ بعد انتقال ہوا[عہ] +

عہ خدیجہ رضؓ کے بطن سے جو حضرت کی اولاد ہوئی اس کا مختصر حال ہم نے یکجائی طور پر بیان کرنے کی غرض سے یہیں درج کر دیا ہے مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ در اصل یہ حالات آگے زمانہ نبوت بلکہ آگے وفات کے بعد تک پھیلے ہوئے ہیں۔ منہ

زید بن حارثہ کی آمد حضرت خدیجہ کے ایک بھتیجے تھے جن کا نام حکیم بن حزام تھا یہ بڑے تاجر آدمی تھے۔ ایک دفعہ یہ بہت سے غلام خرید کر لائے اور ان میں سے ایک حضرت خدیجہ کی نذر کیا۔ اس کا نام زید بن حارثہ تھا۔ زید دراصل ایک عیسائی خاندان کا لڑکا تھا مگر کسی لوٹ مار میں قید ہو کر غلام بنا لیا گیا تھا۔ خدیجہ نے اُسے آنحضرت صلعم کے سپرد کر دیا +

آپ زید کو بہت محبت اور پیار سے رکھتے تھے۔ لکھا ہے کہ ایک دفعہ زید کا باپ حارثہ اور چچا کعب زید کو تلاش کرتے ہوئے مکہ پہنچ گئے اور آنحضرت سے بڑی عاجزی کے ساتھ استدعا کی کہ زید کو واپس ان کے ساتھ بھیجدیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہاں اگر زید جانا چاہے تو میری طرف سے اجازت ہے۔ اس پر زید کو بلایا گیا آپ نے اسے کہا کہ ان کو پہچانتے ہو اس نے کہا کہ ہاں یہ میرے والد ہیں اور یہ میرے چچا ہیں۔ آپ نے کہا کہ یہ تم کو لینے آئے ہیں اگر جانا چاہتے ہو تو جا سکتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ میں آپ کو چھوڑ کر ہرگز نہیں جاؤنگا۔ آپ میرے لئے میرے باپ اور چچا کے قائم مقام ہیں۔ حارثہ غصہ میں بولا کہ ہیں تو غلامی کو حریت پر ترجیح دیتا ہے؟ زید نے کہا کہ ہاں کیونکہ میں نے اس شخص (محمد رسول اللہ) میں وہ بات دیکھی ہے کہ اب میں اس پر کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔" جب آپ نے زید کا یہ جواب سُنا تو فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور زید کو خانہ کعبہ کے پاس لیجا کر باآواز بلند فرمایا کہ لوگو گواہ رہو کہ آج سے زید کو میں اپنا بیٹا بناتا ہوں۔ یہ میرا وارث ہوگا اور میں اس کا وارث ہونگا۔ زید کے والد اور چچا نے جب یہ نظارہ دیکھا تو ان کو کمال درجہ خوشی ہوئی اور وہ زید کو آپ کے پاس چھوڑ کر واپس چلے گئے۔ اس دن سے زید بجائے زید بن حارثہ کے زید بن محمد (صلعم) کہلاتے تھے مگر ہجرت کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم اُترا کہ مُنہ بولا بیٹا بنانا جائز نہیں اس کے بعد سے زید کو پھر زید بن حارثہ کہا جائے گا +

آنحضرت صلعم نے زید کی اپنی خادمہ ام ایمن سے شادی کر دی جو عمر میں زید سے بہت زیادہ تھی۔ اسامہ بن زید اسی ام ایمن کے بطن سے تھے +

آنحضرت صلعم کے گھر میں حضرت علیؓ کی آمد

عبد المطلب بڑا صاحب اثر اور بڑا مالدار آدمی تھا لیکن اس کے بعد اس کے بیٹوں میں ویسا کوئی نہ نکلا۔ ابوطالب نہایت شریف مزاج تھا۔ مگر غربت کی حالت تھی۔ آنحضرت صلعم نے جب اس غربت کو دیکھا تو اپنے چچا عباسؓ سے ایک دن کہنے لگے کہ چچا! تمہارے بھائی ابوطالب کی معیشت تنگ ہے کیا اچھا ہو کہ ان کے بیٹوں میں سے ایک کو تم اپنے گھر لے آؤ اور ایک کو میں لے آؤں عباسؓ نے کہا بہت اچھا۔ دونو ملکر ابوطالب کے پاس گئے اور انکے سامنے یہی درخواست پیش کی۔ ان کو اپنے بیٹوں میں سے عقیل کے ساتھ بہت زیادہ محبت تھی کہنے لگے کہ عقیل کو میرے پاس رہنے دو اور باقیوں کو اگر تمہاری خواہش ہے تو لیجاؤ۔ چنانچہ جعفر کو عباس اپنے گھر لے گئے۔ اور علی کو آنحضرت صلعم لے آئے۔ حضرت علی کی اس وقت عمر قریباً پانچ چھ سال کی ہوگی۔ اس کے بعد علی ہمیشہ آنحضرت کے ساتھ ہی رہے +

ظہور قدسی

اب آپکی عمر چالیسؔ کے قریب پہنچی ہوئی تھی اور ظہور قدسی کا وقت قریب آ رہا تھا۔ طبیعت کا یہ حال تھا کہ دن رات اللہ تعالیٰ کی تلاش اور اس کی یاد میں محو رہتے تھے۔ مکہ کے پاس ایک غار ہے جسے غار حرا کہتے ہیں۔ وہاں جاتے اور غور و فکر اور یادِ خدا میں مشغول رہتے۔ بعض اوقات کئی کئی دن کا کھانا ساتھ لیجاتے اور شہر میں نہ آتے۔ یہی وہ زمانہ ہے جسے قرآن شریف میں تلاش حق کا زمانہ کہا گیا ہے چنانچہ فرمایا وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى یعنی ہم نے تجھ کو اپنی تلاش میں نہایت سرگرم اور غلطان و پیچان پایا پس ہم نے تجھ کو اپنی طرف رہنمائی کی +

اسی زمانہ میں رؤیا صالحہ کا سلسلہ شروع ہوا جسکی نسبت حدیث میں یہ الفاظ آتے ہیں "عن عائشةؓ اول ما بدئ به رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من الوحي الرؤيا الصالحة في النوم وكان لا يرى رؤيا الا جاءت مثل فلق الصبح وحبّب اليه الخلاء فكان يخلو بغار حراء فيتحنث فيه وهو التعبد الليالي ذوات العدد قبل ان ينزع الى اهله ويتزود لذلك ثم يرجع الى خديجة فيتزود لمثلها حتى جاءه الحق وهو في غار حراء (صحیح بخاری) یعنی عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم

کو پہلے پہل جو وحی شروع ہوئی تو وہ رؤیا صالحہ کے طور پر تھی۔ ہر اک رؤیا جو آپ دیکھتے وہ صبح کی سفیدی کیطرح صاف اور بین طور پر پوری ہوتی۔ اور آپ کو خلوت اور تنہائی میں رہنا محبوب ہوا۔ پس آپ غارِ حرا میں جاتے اور اس میں کئی کئی رات عبادت کرتے پھر گھر آتے اور اپنے ساتھ کچھ زاد لیجاتے۔ جب وہ ختم ہو جاتا تو پھر خدیجہ سے آکر اتنا ہی زاد لیجاتے۔ آپ اسی حالت میں تھے کہ آپ کے پاس حق آگیا اور اس وقت آپ غارِ حرا میں تھے"

اس چالیس سالہ زندگی پر ایک سرسری نظر

واقعات قبل بعثت کی قلت

اس کے بعد آنحضرت صلعم کی زندگی کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے اس لئے ہم فی الحال اپنے قلم کو روکتے ہیں مگر طبیعت سیر نہیں اور ہاتھ سے قلم رکھتے ہوئے دل تکلیف محسوس کرتا ہے

آنحضرت صلعم کی ابتدائی زندگی کے بہت کم واقعات ہم کو معلوم ہیں۔ اس لئے بعض صورتوں میں ہمیں آپ کی عمر کے کئی سالوں پر سے یونہی گذرنا پڑا ہے دراصل مورخین نے آپکی زندگی میں سے زمانہ نبوت ہی کو زیادہ تر پیش نظر رکھا ہے اور اس میں بھی خصوصیت کے ساتھ آپکی مدنی زندگی کے حالات کو زیادہ تفصیل کے ساتھ قلمبند کیا ہے۔ شائد جنگ و جدل کے معرکے انھیں زیادہ دلچسپ نظر آئے ہوں حالانکہ کہ اگر آپ کی قبل از بعثت زندگی کے حالات کو زیادہ توجہ کے ساتھ تلاش کیا جاتا تو میں جانتا ہوں کہ اس میں سے بھی کوئی کم قیمتی خزانے نہ نکلتے۔

ہمارے نبی کی (زمانہ نبوت کی) تصویر تو ہمارے سامنے پوری پوری موجود ہے اور ایسی صاف اور واضح طور پر موجود ہے کہ شائد کم ہی کسی شخص کی زندگی کا نقشہ ہمارے سامنے اس طرح پر موجود ہو لیکن یہ نبی کس مٹی سے بنا اور کس طرح سانچے میں ڈھلا۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کے متعلق طبیعت سیر نہیں بلکہ اور چاہتی ہے۔ تاہم

جو کچھ بھی موجود ہے وہ اس عظیم الشان پاک زندگی کا کافی ثبوت ہے جو آپ نے بعثت سے پہلے گذاری +

آپ کی تعلیم

ناظرین نے یہ بات نوٹ کی ہوگی کہ اس چالیس سالہ زندگی میں کہیں بھی حضرت کی تعلیم و تدریس کا ذکر نہیں آیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب میں تعلیم بہت ہی کم تھی اور عام طور پر سب لوگ ناخواندہ ہوتے تھے۔ ہاں خال خال ایسے لوگ بھی نظر آتے ہیں جو کچھ لکھ پڑھ لیتے تھے۔ لیکن آنحضرت صلعم ان میں سے بھی نہ تھے بلکہ بالکل اُمّی تھے +

بعثت سے پہلے آپ کے تعلّقات کا دائرہ

ناظرین نے یہ بات بھی ضرور نوٹ کی ہوگی کہ اس چالیس سالہ زندگی میں آنحضرت صلعم کے تعلّقات کا دائرہ بہت ہی تنگ نظر آتا ہے۔ اسکی زیادہ وجہ یہ تھی کہ شروع سے ہی آپکی طبیعت بہت علیحدگی پسند تھی۔ علاوہ ازیں عرب کی گندی سوسائٹی سے اجتناب بھی مقصود تھا۔ ہاں چونکہ رشتہ داروں کے حقوق ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو کوئی شریف آدمی نظر انداز نہیں کرسکتا اور آنحضرت صلعم تو رشتہ کا بہت ہی پاس رکھنے والے تھے اس لئے آپ کا جو بھی اُٹھنا بیٹھنا تھا زیادہ تر اپنے رشتہ داروں اور اپنی زوجہ خدیجہ کے رشتہ داروں میں ہی تھا۔ یا وہ تھے جن کے ساتھ آپ کا تجارتی معاملہ وغیرہ پڑتا تھا۔ تاہم بعض لوگ ایسے بھی تھے۔ جنسے آپ کے دوستانہ تعلّقات تھے۔ ان میں ہر طرح مقدّم اور قابلِ ذکر حضرت ابوبکر یعنی عبداللہ بن ابی قحافہ تھے جو قریش کے ایک اعلیٰ خاندان سے تعلّق رکھتے تھے اور اپنی ذاتی شرافت کی وجہ سے قوم میں عزّت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ آنحضرت صلعم کو ان سے اور ان کو آنحضرتؐ سے بہت محبّت تھی اور یہ محبّت دونو کی طرف سے نہایت وفاداری کے ساتھ آخر دم تک قائم رہی بلکہ ہر گھڑی ترقی کرتی گئی۔ حکیم بن حزام القرشی اور ضماد بن ثعلبہ ازدی کے ساتھ بھی آپکے اچھے تعلّقات تھے۔ ان ہر دو کی وفات اسلام پر ہوئی +

بعثت سے پہلے آپکی مذہبی اور اخلاقی حالت

یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ

بعثت سے پہلے کس مذہب پر تھے۔ اس کے جواب میں صرف اس قدر جاننا کافی ہے
کہ اسلام اپنے تمام تفصیلی مسائل کے ساتھ تو بہر حال بعد میں ہی اُترا ہے اس لئے
اس پر آپ کے کاربند ہونے کا تو نہ کوئی مدعی ہو سکتا ہے اور نہ کبھی ہؤا ہے ہاں یہ
بات احادیث صحیحہ سے پایۂ ثبوت تک پہنچی ہوئی ہے کہ بمقتضائے فطرت صحیحہ آپ
ہمیشہ عرب کی سوسائٹی کی گندی رسوم سے مجتنب رہے اور شرک بھی آپ نے کبھی نہیں
کیا۔ چنانچہ حدیث میں صاف آتا ہے کہ ایک دفعہ قریش میں سے بعض آدمیوں نے آپ کے
سامنے کچھ کھانا رکھا مگر آپ نے نہیں کھایا۔ زید بن عمرو بن نفیل جس کا ذکر باب دوم
میں مذہب حنیفی کے بیان میں گذر چکا ہے اسوقت آپ کے پاس تھا۔ آپ نے کھانا اسکی
طرف سرکا دیا۔ مگر اس نے بھی نہیں کھایا بلکہ قریش سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ ہم بتوں کے
چڑھاوے کا کھانا نہیں کھایا کرتے +

آپ کی عام راست گفتاری اور اخلاق فاضلہ کا یہ حال تھا کہ ابو جہل جیسا معاند
جو آپ کے خون کا پیاسا تھا آپ کو مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ انا لا نکذبک ولکن
نکذب بما جئت بہ۔ یعنی ہم تجھ کو جھوٹا نہیں کہتے بلکہ اس وحی کو (نعوذ باللہ) جھوٹا
کہتے ہیں جو تجھ پر اُترتی ہے۔ ابو سفیان ہرقل کے سامنے پیش ہؤا تو ہرقل نے اس سے
آنحضرت صلعم کے متعلق پوچھا کہ ھل کنتم تتھمونہ بالکذب قبل ان یقول
ما قال۔ یعنی "کیا تم نے اس کا اس دعوےٰ سے پہلے کبھی کوئی جھوٹ دیکھا"۔ ابو سفیان
اس وقت حضرت سے برسرپیکار تھا مگر اس سوال کے جواب میں اسے بھی بغیر لا کے
کوئی جواب نہیں بن پڑا۔ النضر بن الحارث آپ کے اشدّ ترین دشمنوں میں تھا۔ مگر
ایک دفعہ قریش سے مخاطب ہو کر کہنے لگا قد کان محمد فیکم غلاماً حدثا ارضاکم
فیکم واصدقکم حدیثا واعظمکم امانتہ حتی اذا رائیتم فی صدغیہ الشیب
وجاءکم بما جاءکم بہ قلتم ساحر لا واللہ ماھو بساحر۔ یعنی اے قریش محمد
(رسول اللہ صلعم) تم میں ایک چھوٹا سا بچہ تھا اور تم سب میں سے زیادہ پسندیدہ
اخلاق والا تھا اور زیادہ راست گفتار تھا اور زیادہ امین تھا اور اس کے متعلق

تمہاری بھی رائے رہی تھی کہ جب تم نے اسکی زلفوں میں سفیدی یعنی بڑھاپا دیکھا تو تم یہ کہنے لگے کہ وہ جھوٹا ہے۔ نہیں خدا کی قسم وہ جھوٹ بولنے والا تو ہرگز نہیں "۔ اس سے بھی وہی مراد تھی جو ابو جہل نے کہا کہ ہم محمدؐ (صلعم) کو جھوٹا نہیں کہتے بلکہ جو وحی اسپر اُترتی ہے اسے جھوٹا کہتے ہیں +

یہ سب شہادتیں اشد ترین دشمنوں کی ہیں اور ایمان لانے والوں کی طرف سے تو کسی شہادت کے پیش کرنے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ ان کا ایمان لانا ہی کافی شہادت ہے۔ مگر حضرت خدیجہ کی شہادت ضرور اس قابل ہے کہ اسے ہر مسلمان یاد رکھے۔ لکھا ہے کہ جس وقت حضرت کے پاس پہلی دفعہ فرشتہ وحی لیکر آیا تو آپ نئی چیز دیکھ کر سخت گھبرائے اور خدیجہ سے کہنے لگے کہ لقد خشیت علی نفسی مجھے تو اپنی جان پر ڈر پیدا ہو گیا ہے۔ خدیجہ محرم حال تھی فوراً بولی۔ کلا واللہ ما یخزیك اللہ ابداً انك لتصل الرحم وتصدق الحدیث وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق۔ یعنی نہیں خدا کی قسم اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں اور صادق القول ہیں اور دوسروں کے بوجھ بٹاتے ہیں اور جو نیک اخلاق آجکل لوگوں میں مفقود ہیں ان کو آپ نے اپنے اندر جمع کیا ہے اور آپ مہمان کی عزت اور خاطرداری کرتے ہیں اور حق کی راہ میں لوگوں کے مددگار بنتے ہیں"۔ یہ اس کی شہادت ہے جو دن رات اُٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے کھاتے پیتے آپ کو دیکھتی تھی۔ اللّٰھم صل علی محمدٍ وعلیٰ آل محمدٍ وبارك وسلم +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ہمارا سالانہ جلسہ

جماعت احمدیہ کے سالانہ جلسہ کیلئے شروع سے دسمبر کے آخری ایام مقرر ہیں اور انہی ایام میں وہ ہمیشہ ہوتا

رہا ہے۔ مگر ایک دفعہ حضرت خلیفہ اولؓ کے زمانہ میں یعنی سنہ ۱۹۰۹ء میں بعض مجبوریوں کے ماتحت سالانہ جلسہ دسمبر میں نہیں کیا جا سکا تھا بلکہ مارچ کے مہینہ میں ہوا۔ اسی طرح امسال بھی بعض ایسے حالات پیش آگئے کہ جلسہ کو ملتوی کرنا پڑا چنانچہ امسال بھی ہمارا سالانہ جلسہ بجائے دسمبر کے مارچ کی پندرہ۔ سولہ اور سترہ (۱۵-۱۶-۱۷) تواریخ کو ہوا۔ چونکہ رخصتیں کم تھیں حتیٰ کہ بعض دفاتر میں صرف ایک دن کی رخصت تھی اسلئے یہ ڈر تھا کہ اس دفعہ جلسہ کے موقع پر ملازم پیشہ احباب اس کثرت کے ساتھ قادیان تشریف نہ لا سکینگے جس طرح ہمیشہ آتے ہیں اسلئے شاید جلسہ کی رونق میں کوئی کمی واقع ہو جاوے مگر ہم نہایت خوشی اور مسرت کے ساتھ یہ خبر اپنے ناظرین تک پہنچاتے ہیں کہ اس سال کا جلسہ خدا کے فضل سے ہر طرح پچھلے تمام جلسوں سے زیادہ کامیاب رہا ہے۔ پچھلے جلسہ پر باہر سے آنے والے احباب کی تعداد (اگر پرچہائے خوراک پر اندازہ کیا جاوے تو) پانچہزار اور دو سو کے قریب تھی لیکن اس دفعہ کل تعداد اس اندازہ کے مطابق پانچہزار اور آٹھ سو تک پہنچ گئی گویا گذشتہ سے چھ سو کی تعداد کا اضافہ ہوا۔ مستورات اس دفعہ گذشتہ سے قریباً دوچند آئیں جو ایک نہایت مسرت آمیز امر ہے کیونکہ اسبات کی سخت ضرورت ہے کہ احمدی مستورات بھی جلسہ کے موقعہ پر قادیان آکر ان روحانی فیوض سے بہرہ ور ہوں جو اللہ تعالیٰ اپنے خلیفہ برحق کے ذریعہ ہم پر جاری فرماتا ہے۔

جلسہ کی اصل کارروائی جیسا کہ پروگرام میں ظاہر کیا گیا تھا ۱۵۔ مارچ کو بعد نماز ظہر شروع ہونی تھی لیکن ۱۴۔ مارچ کو جمعہ تھا اسلئے ۱۴ ہی کو مہمانوں کی بہت کثرت ہو گئی تھی لہذا بجائے نماز ظہر کے بعد کارروائی شروع کرنیکے ۱۵ کی صبح کو ہی کچھ کارروائی شروع کر دی گئی چنانچہ مولوی خلیل احمد صاحب مونگیری مبلغ بمبئی اور بعض دوسرے احباب جنکا نام پروگرام میں نہ تھا انکی تقاریر ہوئیں جو بہت دلچسپی کے ساتھ سُنی گئیں۔

نماز ظہر کے بعد اصل پروگرام شروع ہوا۔ اس وقت کیلئے صدر جلسہ از روئے پروگرام جناب نواب محمد علیخانصاحب رئیس مالیر کوٹلہ تھے مگر وہ تشریف نہ لا سکے اسلئے انکی جگہ جناب سیٹھ عبد اللہ بھائی الہ دین صاحب تاجر سکندرآباد دکن صدر جلسہ تجویز ہوئے۔ تلاوت قرآن مجید اور نظم وغیرہ کے بعد جناب حافظ روشن علی صاحب نے صداقت مسیح موعود پر تقریر شروع فرمائی اور تین گھنٹہ سے زاید عرصہ تک تقریر فرماتے رہے تقریر نہایت عالمانہ اور مفید تھی جو امید ہے الگ رسالہ کی صورت میں چھپوا دیجائیگی حافظ صاحب کے بعد پروگرام کی رو سے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی علیہ السلام کا درس قرآن مجید تھا

مگر حضرت تشریف نہ لاسکے اسلئے اس دن کی کارروائی حافظ صاحب کی تقریر پر ہی ختم ہوگئی +

دوسرے دن یعنی ۱۶ مارچ کو صبح ساڑھے نو بجے کے قریب جلسہ کی کارروائی تلاوت قرآن شریف اور نظم سے شروع ہوئی صدر جلسہ جناب مولوی علی احمد صاحب ایم اے بھاگلپوری تھے کیونکہ جناب خان ذوالفقار علیخان صاحب تشریف نہیں لاسکے سب سے پہلے سکرٹری مجلس معتمدین جناب خلیفہ رشید الدین صاحب نے مجلس معتمدین کی سالانہ رپورٹ سُنائی اور اسکے بعد محکمہ نظارت کی رپورٹیں شروع ہوئیں چنانچہ سب سے پہلے جناب مولوی شیر علیصاحب بی اے نے محکمہ نظارت تالیف واشاعت کی رپورٹ سُنائی۔ اور پھر جناب شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری نے محکمہ نظارت امور عامہ کی رپورٹ سُنائی اور اسکے بعد شیخ مبارک اسمٰعیل صاحب بی اے بی ٹی نے نظارت تعلیم وتربیت کی رپورٹ پیش کی سب سے آخر جناب مولوی عبد المغنی صاحب ناظر بیت المال کا وقت تھا جنھوں نے چندہ کیلئے اپیل بھی کرنی تھی۔ پیشتر اسکے کہ مولوی صاحب موصوف اپنی رپورٹ شروع کریں صدر جلسہ نے ایک مختصر سی تقریر فرمائی اور مناسب الفاظ میں مولوی عبد المغنی صاحب کی تقریر کیلئے رستہ صاف کیا۔ اسکے بعد مولوی عبد المغنی صاحب اپنی رپورٹ شروع کرنیکے لئے کھڑے ہوئے مگر چونکہ وقت بہت گذر چکا تھا اور بوجہ دیر تک بیٹھے رہنے کے لوگ بھی کچھ اُٹھ گئے تھے اسلئے یہ مناسب سمجھا گیا کہ اس رپورٹ اور اپیل کو نماز ظہر کے بعد پر ملتوی کیا جاوے اور اب جناب چوہدری فتح محمد صاحب کی تقریر جس کا اصل وقت ظہر کے بعد تھا وہ ہوجاوے چنانچہ چوہدری صاحب نے جمع قرآن پر تقریر فرمائی اور اسکے بعد نماز کے لئے جلسہ برخواست ہوُا +

نماز کے بعد پھر جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ جناب خان بہادر محمد حسین خاں صاحب جج لکھنؤ صدر جلسہ تھے۔ تلاوت قرآن مجید وغیرہ کے بعد مولوی عبد المغنی صاحب نے ایک موثر پیرایہ میں تقریر شروع کی اور امید تھی کہ اگر یہ تقریر کسی طرح ختم ہوسکتی تو خدا کے فضل سے بہت عمدہ نتیجہ پیدا کرتی لیکن وقت کی تنگی کی وجہ سے مولوی صاحب کو اپنی تقریر بند کرکے چندہ کی وصولی کا کام شروع کرنا پڑا۔ یہ اللہ کا فضل ہی کہ امسال کل چندہ جو ان ایام میں بنقد وصول ہوُا اسکی تعداد قریباً بیس ہزار ۲۰۰۰۰ روپیہ ہے جو گذشتہ سب سالوں سے زیادہ ہے +

اس کارروائی کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی تقریر شروع ہوئی۔ حضرت نے اصل تقریر شروع فرمانے سے پیشتر چند نکاحوں کا اعلان فرمایا اور پھر اپنی تقریر شروع فرمائی جو عرفان اور معرفت الٰہی

پر تھی۔ اس تقریر کا خلاصہ درج کر کے ہم اسکی شان اور فائدہ کو کم نہیں کرنا چاہتے اسلئے احباب اسوقت تک انتظار فرماویں جب یہ تقریر الگ رسالہ کی صورت میں شائع ہو جاوے بس معارف کا ایک دریا تھا جو بہا دیا گیا مگر افسوس وقت کی تنگی اور کچھ حضرت کی طبیعت ناساز ہونے کی وجہ سے حضرت کو بہت کچھ حصہ اس تقریر کا چھوڑ دینا پڑا لیکن تاہم تقریر پورے ساڑھے چار گھنٹے میں ختم ہوئی۔ چونکہ رات ہو چکی تھی اسلئے لمپوں وغیرہ کا انتظام کر دیا گیا۔ اسکے بعد مغرب اور عشا کی نماز جمع کیگئی اور مجمع برخواست ہوا +

دوسرے دن صبح دس بجے کے بعد تیسرے دن کی کارروائی شروع ہوئی۔ اسوقت کیلئے صدر جلسہ جناب چوہدری نصر اللہ خانصاحب وکیل سیالکوٹ مقرر تھے لیکن چونکہ اسوقت حضرت خلیفۃ المسیح نے غیر مبائعین کو بھی کچھ تقریر کرنیکا موقع دینا منظور فرما لیا ہوا تھا۔ اسلئے اس مناسبت کیوجہ سے چوہدری صاحب نے اپنی جگہ جناب میر محمد اسحٰق صاحب مولوی فاضل کیلئے خالی کر دی اور میر صاحب صدر جلسہ ہوئے اور حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی نے حضرت مسیح موعودؑ کے احسانات پر تقریر شروع فرمائی اور قریباً ایک گھنٹہ میں تقریر ختم کی +

اس جلسہ سالانہ میں یہ خصوصیت تھی کہ قریباً تیس ایک غیر مبائعین بھی آئے تھے جنمیں سے بعض خاص دعوتی خط سے بلوائے گئے تھے۔ انھوں نے حضرت خلیفۃ المسیح کیخدمت میں استدعا کی کہ جب حافظ روشن علیصاحب کی اختلافات اندرونی پر تقریر ہو چکے تو انکو بھی کچھ کہنے کا موقع دیا جاوے۔ ہر چند ہمارا جلسہ ان مباحثانہ رنگوں سے پاک چلا آیا ہے اور پاک ہی رہنا چاہیئے کیونکہ اسکی شان ان باتوں سے اعلیٰ وارفع ہے لیکن چونکہ ہمیشہ ہمارے غیر مبائعین احباب کو یہ حسرت رہتی تھی کہ ان کو کوئی ایسا موقع نہیں دیا جاتا جبکہ وہ اپنے خیالات مبائعین کو سنا سکیں اور ہمارے جلسہ پر مبائعین کی جماعت کو مخاطب کر سکیں اسلئے حضرت خلیفۃ المسیح نے انکے حال پر مہربانی فرمائی کہ انکو اجازت دی کہ جب حافظ صاحب تقریر کر چکیں تو انمیں سے جس صاحب کو وہ پسند کریں وہ اٹھکر ایک گھنٹہ تک ہمارے لوگونکو اپنی بات سنا لیں اور جی کھولکر سنا لیں اور اپنی حسرت پوری کر لیں۔ چنانچہ پہلے حافظ صاحب نے تقریر شروع کی اور برابر اڑھائی گھنٹہ تک نہایت عالمانہ تقریر فرمائی جسمیں آپنے ختم نبوت کے مسئلہ کو قرآن شریف اور احادیث سے حل کیا اور آخر میں کچھ حضرت مسیح موعود کی تحریرونکے ساتھ بھی اس مسئلہ پر روشنی ڈالی اور ثابت کیا کہ حضرت صاحب نبی اللہ تھے۔ اسکے بعد غیر مبائعین کیطرف سے میر مدثر شاہ صاحب کھڑے ہوئے اور برابر ایک گھنٹہ تک اپنی باتیں سناتے رہے۔ انکے دلائل اور استدلالات کا یہ حال تھا کہ اگر حضرت خلیفۃ المسیح کا یہ حکم نہ ہوتا کہ انکی

یا تو جو سُنتو تو شائد سب اُٹھکر چلے جاتے۔ مگر سب نے مجبوراً انکی تقریر سُنی۔ اور جب وہ اپنی تقریر ختم کر کے بیٹھے تو گو بموجب فیصلہ کے یہ قرار پایا جا چکا تھا کہ انکی تردید اور ازالہ کیلئے پھر حافظ صاحب کچھ فرمائینگے مگر کسی نے بھی انکی ضرورت محسوس نہ کی بلکہ صرف اسبات کو کافی سمجھا کہ صدر جلسہ اپنی آخری تقریر فرما دیں اور جلسہ برخواست ہو چنانچہ صدر جلسہ نے اُٹھ کر ایک مختصر سی تقریر فرمائی جسمیں غیر مبائعین کے دلائل کی کمزوری اور بیہودہ پن کو خوب کھولکر ظاہر کیا اور بیت عنکبوت کو ذ لگا کر خاک میں ملا دیا۔ حاضرین جناب میر صاحب کے جوابات کو سُنکر بہت محظوظ ہوئے اسکے بعد جلسہ نماز کیلئے برخواست ہوا۔ غیر مبائعین کو وقت دینے سے گو ہمکو اس رنگ میں تو تکلیف پہنچی کہ ہمارے جلسہ کی شان اور عظمت کے یہ خلاف تھا لیکن یہ بہت بڑا فائدہ پہنچ گیا کہ بعض مبائعین جنکو کبھی کسی غیر مبائع کی تقریر سُننے کا موقع نہ ملا تھا انکو غیر مبائعین کا سارا حال پتہ لگ گیا اور ان کی ساری کمزوری اُنپر ظاہر ہو گئی۔ چنانچہ اکثر دوستوں نے بیان کیا کہ ہم سمجھتے تھے کہ یہ لوگ اتنا شور جو مچاتے ہیں تو شائد یہ ظاہری صورت اپنے عقائد کی ایسی بنا کر پیش کر سکتے ہونگے کہ جو معقول ہو لیکن آج ان کا سارا پردہ فاش ہو گیا اور انکے دلائل کی سب حقیقت کُھل گئی۔ بہت شور سُنتے تھے پہلو میں دل کا ÷ جو چیرا تو اک قطرہ خون نکلا ÷

نماز کے بعد پھر حضرت خلیفۃ المسیح کی تقریر تھی۔ اسوقت صدر جلسہ جناب ابو بکر صاحب تاجر جدہ ملک عرب تھے بعض اصحاب کی نظمیں سُننے کے بعد حضرت نے تقریر شروع فرمائی۔ یہ تقریر متفرق امور پر تھی۔ سب سے پہلے حضرت نے محکمہ نظارت کی ضرورت اور اسکے نظام کے متعلق ایک مفصل بیان فرمایا۔ اور پھر اسکے بعد غیر مبائعین کے ساتھ مبائعین کی جماعت کے تعلقات پر روشنی ڈالی اور کھولکر بتایا کہ حالات موجودہ کے ماتحت ہم کسی طرح بھی انکے ساتھ ملکر کوئی کام نہیں کر سکتے۔ اسکے بعد آپنے سلسلہ کی تبلیغی ضروریات پر ایک نہایت مبسوط اور زور دار تقریر فرمائی اور بالآخر چند متفرق امور کیطرف جماعت کو توجہ دلاتے ہوئے اپنی تقریر کو ختم کیا۔ حضرت کی یہ تقریر اپنے اندر ایک جلالی شان رکھتی تھی اور سُننے والوں پر خاص اثر کرنیوالی تھی۔ تقریر کے بعد حضرت نے دُعا فرمائی اور اسکے بعد نمازیں ادا کی گئیں اور جلسہ برخاست ہوا ÷

مندرجہ بالا مردوں کے جلسہ کا پروگرام تھا۔ اسی طرح مستورات میں بھی جلسہ کا انتظام تھا۔ اس دفعہ مستورات بہت کثرت کے ساتھ شریک جلسہ ہوئی تھیں جنکی کُل تعداد قریباً آٹھ نو سو سے کم نہ تھی۔ مستورات میں حافظ غلام رسول صاحب وزیرآبادی۔ مولوی غلام رسول صاحب راجیکی۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری۔ حافظ روشن علی صاحب کی تقریروں کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح کی بھی دو تقریریں ہوئیں اور خدا کے فضل سے مستورات کا جلسہ بھی نہایت کامیابی کے ساتھ ختم ہوا ÷

غرض امسال اللہ کے فضل سے ہمارا سالانہ جلسہ نہایت خیر و خوبی کے ساتھ ختم ہوا۔ بہت لوگوں نے بیعت کی اور بعض غیر مبائعین بھی حضرت خلیفۃ المسیح کے ہاتھ پر تائب ہو کر سلسلہ جماعت میں داخل ہوئے ÷ انتظامی لحاظ سے بھی یہ جلسہ خدا کے فضل سے بہت کامیاب رہا۔ اور حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب منتظم اعلےٰ اس کامیابی پر مبارکباد اور شکریہ کے مستحق ہیں ÷

تم بہشتی ہو یا دوزخی؟

تمام جہان میں کفر و الحاد کی تاریکی پھیلی ہوئی ہے ظلمت آب روشنی کے رنگ میں دہریت و مادہ پرستی بڑھتی جاتی ہے۔ مذہبی روحانی اخلاق سے سینہ خالی ہے بہیمیت و سبعیت نے ملکوتی مشاغل کی شعاع کو دبا دیا ہے مسلمانوں میں تہتر فرقے اور تمام دنیا میں ہزاروں فرقے نظر آتے ہیں (کل حزب بما لدیہم فرحون) ہر ایک فرقہ بہشتی ہونیکا مدعی اور دوسرے کو گمراہ بتاتا ہے تمام فرقوں کے دلائل سنکر انسان انگشت بدنداں ہیجاتا ہے طالب حق کو صراط المستقیم کی تلاش و تجسس میں دقتیں اٹھانی پڑیں اسلئے ایک ماہوار رسالہ محقق جاری کیا گیا ہے پہلے رسالہ میں چار اعتراض شائع کیے ہیں ایک اعتراض پر دس اشرفی دوسرے پر پانچ اشرفی تیسرے پر دو اشرفی چوتھے پر ایک اشرفی جواب دینے کے واسطے انعام مقرر کی ہیں۔ اسی طرح ہمیشہ ہر مسئلہ اور اعتراض پر دنیا بھر کے محققوں کو انعام دیکر اعتراضوں کی نہایت ایمانداری سے بحث کرا کے ہر مسئلہ کو صاف کر کے طالبوں کے سامنے پیش کرتا رہیگا۔ مہینے میں ایک بار ہر خریدار کو ایک اعتراض بغرض تحقیق بھیجنے کا حق حاصل ہوگا اپنے عزیزوں کو اس رسالہ کا خریدار بناؤ اور خود بنکر دوزخ کی آگ سے بچو تا کہ قیامت کے روز اندھی تقلید کرنیکا افسوس نکرنا پڑے چونکہ اس رسالہ کے اجرا سے ذاتی فائدہ منظور نہیں ہے۔ اسلئے اس گرانی کے زمانہ میں ۸ عمدہ کاغذ پر عا؎ روپے رسالہ کی قیمت مقرر کی ہے فوراً خریدار ہو جاؤ تا کہ شروع کے رسالوں سے محروم نرہو اگر آپنے تحقیق سے مذہب کو تسلیم کیا ہے اور لکیر کے فقیر نہیں پھر بھی آپکو تحقیق کے میدان میں آکر اس دلچسپ اور نتیجہ خیز بحث میں حصہ لینا چاہیے۔ ممکن ہے کہ آپکی کسی اچھی بات یا آپکو کسی کی کسی اچھی بات سے راہ راست حاصل ہو کر گمراہی سے نجات ملکر ثواب دارین اور خدا کی خوشنودی کا باعث ہو سکے جہاں آپ سینکڑوں روپیہ دنیا کیلئے خرچ کرتے ہیں یہاں ۸ یا عا؎ خدا کیلئے بھی سہی۔ میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ قیامت میں وہ سینکڑوں کام نہیں آئینگے اور ۸ یا عا؎ آپکی بخشش کا باعث ہو سکیں گے۔ انشاء اللہ منگوانیکا پتہ مینجر رسالہ "محقق دہلی"

ریویو

براہین العقائد۔ اس میں ہستی باری تعالیٰ۔ ملائکہ۔ قیامت۔ قرآن مجید کا کامل کتاب ہونا۔ قرآن کریم کے بعد الہام کا سلسلہ جاری رہنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قضا و قدر پر عالمانہ طور پر بحث کی گئی ہے احمدیوں کے لئے خصوصاً اور تمام طالبان حق کیلئے انشاء اللہ مفید ہوگی۔ مگر افسوس ہے کہ لکھائی چھپوائی اور کاغذ اچھے نہیں قیمت ۱۰ا

معارف القرآن۔ حضرت خلیفۃ المسیح کے ماہ رمضان ۱۳۳۵ھ کے دس پاروں کے درس کے نوٹ جمع کیے گئے ہیں۔ مگر کاغذ چھپوائی۔ لکھائی اور صحت کا پورا خیال نہیں کیا گیا قیمت ۱۰ا یہ دونو کتابیں منشی محمد فخر الدین صاحب احمدیہ ایجنسی قادیان سے مل سکتی ہیں

تفسیر سورۂ اخلاص { بطرز جدید۔ مؤلفہ شہزادہ عبد المجید صاحب لدھیانوی۔ لائبریرین صادق لائبریری قادیان۔ قابل دید تالیف ہے۔ مؤلف سے مل سکتی ہے۔ قیمت ۶/

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۰۲۷

(مطبع میگزین قادیان میں باہتمام شیخ محمد نصیب پرنٹر و پبلشر صدر انجمن احمدیہ کیلئے شائع ہوا)